يدالله على الجماعة ترمذی لاجماعة الا بامارة دارمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور

جماعت اہل حدیث کے خصوصی ترجمان

بانی: محدث العصر فقیہ دوراں جنیدِ وقت، محدث حافظ محمد عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ

بیادِ: سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ

حافظ محمد جاوید روپڑی رحمۃ اللہ

نگرانِ اعلیٰ: صاحبزادہ عارف سلمان روپڑی

مدیرِ اعلیٰ: حافظ عبدالغفار روپڑی

جلد 59 | شمارہ 15 | جمعۃ المبارک 6 تا 12 فروری 2015ء | فون 042-37656730 | فیکس 042-37659847

تعزية

إنالله و إنا إليه راجعون

ببالغ الحزن والأسى تلقينا خبروفاة فقيد الأمة العربية والاسلامية الملك عبدالله بن عبدالعزيز وتتقدم جماعة اهل الحديث باكستان لفخامة الملك سلمان بن عبدالعزيز ولسموولى العهد الامير مقرن بن عبدالعزيز وآل سعود الكرام وللشعب السعودى الشقيق. بخالص العزاءوالمواساة فى وفاة الملك عبدالله. خسرت الامة العربية والاسلامية برحيله حكيما مناصر القضاياالحق والعدل فى العالم واذانتضرع الى الله عزوجل ان يلهمكم الصبر والسلوان داعين الله تعالى أن يتغمده بواسع رحمته ويسكنه فيسح جناته فأننا نرجوا لله تعالى ليحفظكم ويديم عزالمملكة العربية السعودية وشعبها.

حافظ عبدالغفارروبرى

امير جماعت اهل الحديث باكستان

www.jaamia.com weekly.tanzeem@gmail.com

درس حدیث

حافظ عبدالوحید روپڑی (سرپرست جماعت اہلحدیث)

حصولِ امن کے سنہری اصول بزبانِ رسول مقبول

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً قَالَ: إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ. ''سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ایک رائی کے برابر تکبر ہو، ایک آدمی نے عرض کی: ایک آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کی جوتی اچھی ہو، کیا یہ بھی تکبر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے''

(مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر وبیانہ ج 1 جزء 2 ص 74 رقم الحدیث: 91)

اسلام ایک ایسا معتدل دین ہے جو انسانی جسم کے ساتھ ساتھ اس کی عزت وتکریم کو باقی رکھتے ہوئے اسے معاشرے کا اہم ترین رکن بنا دیتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں جس طرح انسانی وجود کے ساتھ ظلم وزیادتی کو جائز قرار نہیں دیا گیا اسی طرح اس کی عزت وآبرو کو پامال کرنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی، اسی لیے صاحب شریعت نے ہر اس چیز سے انسانوں کو منع کیا جس کے ارتکاب سے انسانی عزت مجروح ہوتی تھی لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے تکبر کے حامل وجود کو جنت سے محرومی کی وعید سنائی ہے۔ تکبر ایک ایسا وصف ہے جس سے انسان خود کو دوسروں سے معزز سمجھتے ہوئے ظلم وستم اور اللہ کی نافرمانی کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا اور اس کے نزدیک اپنی ذات کے علاوہ کسی چیز کی اہمیت نہیں ہوتی۔ یہی وصف (تکبر) انسان کو انکار حق کی طرف لے جاتا ہے اسی لیے آپ ﷺ مختلف اوقات اور مختلف انداز میں تکبر سے بچنے کی تلقین فرماتے رہے۔

تکبر ایک ایسا موذی مرض ہے جس کی وجہ سے انسان اپنی ذات کے علاوہ سب کو حقیر سمجھتا ہے، یہی چیز انسان کو راہ حق سے کوسوں دور لے جا کر انسانیت کی قدروں کو پامال کرنے پر آمادہ کرتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ. ''آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے، حالانکہ اس پر اس کا خون، مال اور اس کی عزت حرام ہے۔'' (مسلم باب تحریم الظلم المسلم کتاب البر والصلۃ ج 8 جزء 16 ص 103 رقم الحدیث: 2564) سیدنا جندب بن عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: وَاللهِ لَا يَغْفِرُ اللهُ لِفُلَانٍ، وَإِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ: مَنْ ذَا الَّذِي يَتَأَلَّى عَلَيَّ أَنْ لَا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ، فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ، وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ. (بقیہ ص: 21)

جماعت اہل حدیث کی خصوصی ترجمان
ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور

مدیر انتظامی
حافظ عبدالوہاب روپڑی
فاضل اُم القریٰ مکہ مکرمہ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالغفار روپڑی
مدیر: پروفیسر میاں عبدالمجید
مدیر انتظامی: حافظ عبدالوہاب روپڑی
معاون مدیر: حافظ عبدالجبار مدنی
معاون مدیر: مولانا شاہد محمود جانباز
مینجر: حافظ عبدالظاہر عاذب 0300-8001913
Abdulzahir143@yahoo.com
کمپوزنگ: وقار عظیم بھٹی 0300-4184081

فہرست

درس حدیث	1
اداریہ	2
الاستفتاء	5
تفسیر سورۃ الاعراف	7
وحی الٰہی کا واضح انکار اور	9
ویلنٹائن ڈے	12

زرتعاون
فی پرچہ......10روپے
سالانہ......500روپے
بیرون ممالک 200 ریال (امریکی 50 ڈالر)

مقام اشاعت
ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" رحمن گلی نمبر 5
چوک دالگراں لاہور 54000

اداریہ

پروفیسر میاں عبدالمجید

امیر محترم کا دورۂ اسلام آباد۔ پشاور

امیر جماعت اہلحدیث شیخ الحدیث حضرت حافظ عبدالغفار روپڑی حفظہ اللہ نے بتاریخ 26 جنوری بروز سوموار سعودی عرب کے سابق فرمانرواہ شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کی وفات پر تعزیت کے لیے سعودی سفارتخانے جانے کا پروگرام بنایا۔ مجھے بھی شرف رفاقت سے بہرہ ور فرمانے کے لیے ملتان سے بلوالیا۔ محترم حافظ عبدالوحید شاہد روپڑی حفظہ اللہ امیر جماعت اہلحدیث پنجاب اور محمد شہزاد بھی رفقائے سفر تھے حافظ عبدالوحید صاحب ماشاء اللہ ڈرائیونگ میں بہت ماہر ہیں لہٰذا جب بھی سفر کرنا ہو تو یہ اپنے کاروبار کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہمیشہ تعمیل امر امیر کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ عالم باعمل ہیں، فن قرأت میں مہارت اور خوش الحانی اس کے علاوہ فن تقریر جو روپڑی خاندان کو اللہ تعالیٰ نے عطیہ کے طور پر عطا فرمایا ہے اس وراثت میں سے وافر حصہ پایا ہے۔ پیکر عجز و تسلیم اور انتھک ڈرائیور ہیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ کرے امیر محترم کی گاڑی کا سٹیرنگ سنبھالتے سنبھالتے ان کی زیر تربیت مستقبل میں جماعت کی گاڑی کا سٹیرنگ سنبھالنے کے قابل ہو جائیں۔ یہ مختصر سا قافلہ صبح تقریباً ساڑھے سات بجے عازم اسلام آباد ہوا، تقریباً ساڑھے بارہ بجے سعودی سفارت خانے پہنچے۔ یہاں پر قائم مقام سفیر جناب الجاسم الخالدی نے وفد کا استقبال کیا۔ سفارت خانے کا پورا عملہ مستعدی سے مہمانوں کی سعودی قہوے سے تواضع اور رہنمائی کے لیے موجود تھا۔ کتاب تعزیت پر حضرت الامیر نے عربی زبان میں اپنے تاثرات قلمبند کیے جن میں شاہ عبداللہ کی حرمین کی وسعت کے منصوبے اور سعودی معیشت کو بام عروج پر پہنچانے کے علاوہ ان کی پاکستان سے محبت اور عالم اسلام کے لیے ان کی خدمات پر انہیں خراج عقیدت پیش کیا گیا راقم الحروف اور دوسرے ساتھیوں نے بھی دستخط کیے

اس کے بعد سفارت خانے میں موجود ڈائریکٹر رابطہ عالم اسلامی جناب محمد عبدہ عتین سے ملاقات ہوئی۔ موصوف انتہائی ملنسار اور خوش اخلاق ہیں ان کے ساتھ کچھ دیر بات چیت ہوئی اور شاہ عبداللہ کی وفات پر تعزیت کے بعد مدیر مکتب الدعوۃ اسلام آباد جناب سعد الدوسری سے بھی یہیں ملاقات ہوگئی۔ ان سے بھی تعزیتی کلمات اور دوسری بار قہوہ پینے کے بعد واپسی کی اجازت لی۔ مہمانوں کے استقبال اور انہیں الوداع کہنے

کے لیے سفیر محترم اپنے عملے کے ہمراہ موجود تھے۔ ان سے مل کر واپس ہوئے تو ان کے ایک آفیسر مہمانداری باہر تک ہمیں چھوڑنے کے لیے آئے۔ سفارتخانے کی عمارت سے باہر نکل کر ہماری اگلی منزل راولپنڈی جھنگ سیداں حذیفہ ٹاؤن میں جماعت اہلحدیث کے زیر انتظام تعمیر ہونے والی مسجد تھی۔ یہاں مقامی احباب جماعت نے وفد کو خوش آمدید کہا۔ حضرت الامیر نے زیر تعمیر مسجد کی انتظامیہ سے کام کی رفتار کو ذرا تیز کرنے کو کہا۔ دوپہر کے کھانے کا انتظام محترم چوہدری لیاقت کے ہاں تھا۔ یہیں پر حضرت الامیر کی اقتداء میں ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے ادا کیں۔

پشاور کی صوبائی جماعت کی طرف سے کافی عرصہ سے مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ مرکزی قیادت آ کر کارکنوں سے ملاقات کرے۔ چنانچہ امیر محترم نے پشاور کی صوبائی کابینہ کے امیر جناب نسیم اللہ خان ایڈووکیٹ سپریم کورٹ اور جناب مولانا محمد ادریس خلیل ناظم اعلیٰ جماعت اہلحدیث صوبہ خیبر پختونخواہ کو فون پر اطلاع دی کہ وہ شام تک پشاور پہنچ جائیں گے۔ صوبہ خیبر پختونخواہ کی قیادت بہت مخلص، مستعد اور فعال ہے۔ جناب نسیم اللہ خان صاحب ایک سینئر قانون دان ہیں۔ بڑھاپے میں قدم رکھنے کے باوجود جوانوں کی طرح جانفشانی سے کام کرنے والے رہنما ہیں۔ زمیندار بھی ہیں، متمول اور مصروف وکیل ہونے کے باوجود جماعتی امور کے لیے بھرپور کاوش اور ساتھیوں سے رابطے میں کمی نہیں آنے دیتے۔ صوبائی دفتر اور مسجد کے لیے انھوں نے امیر محترم کو انتہائی موزوں جگہ پر واقع دو کنال اراضی جس کی بازاری قیمت دو کروڑ روپے سے زیادہ ہے وہ اپنی ذاتی کاوشوں سے حاصل کی اور اب جماعت اہلحدیث کے نام وقف کرنا چاہتے ہیں۔ وہ جگہ دکھائی، امیر محترم بہت خوش ہوئے اور اس کی تعمیر کے لیے تعاون کا وعدہ کیا۔ صوبائی ناظم اعلیٰ جناب ادریس خلیل جوان بھی ہیں اور جماعتی امور میں پرجوش بھی ہیں

پروفیسر ثناء اللہ صاحب جو پاکستان کے علمائے اہلحدیث میں سے کسی کے لیے بھی محتاج تعارف نہیں ہیں۔ حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کے قریبی اور معتمد ساتھیوں میں سے تھے۔ جماعت اہلحدیث کے امیر کی ذمہ داریاں سنبھالی ہوئی تھیں لیکن اب صاحب فراش ہیں جناب ادریس صاحب ان کے بھتیجے ہیں اور چچا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جماعتی ذمہ داریوں کو دینی فریضہ سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ آئی، ڈی پیز کے لیے جماعت اہلحدیث پشاور نے کافی مالی ایثار کیا۔ مرکز کو بھی دعوت دی کہ مرکز کا نمائندہ ہمارے ہمراہ چل کر ان بے خانماں لوگوں میں امداد تقسیم کرے۔ چنانچہ امیر محترم نے شہزاد صاحب کو پشاور بھیجا تھا

صوبائی امیر اور ناظم اعلیٰ کی قیادت میں الحمد للہ یہاں جماعتی احباب بہت فعال ہیں۔ ہمارا قیام صوبائی امیر نسیم اللہ خان کے گھر پر ہی تھا۔ انھوں نے استقبالیہ چائے، رات کے کھانے اور صبح کے ناشتے پر پختونوں کی روایتی میزبانی کا مظاہرہ کیا۔ انواع واقسام کے ماکولات ومشروبات جن میں پشاور کی خاص ڈشز کے علاوہ پنجاب کے ذوق کو بھی مدنظر رکھا گیا تھا زینت دسترخوان بنتے تھے۔ حضرت الامیر نے پشاور کے پروگرام میں جہاں کارکنوں سے ملاقات، ان کی کارگزاری کا جائزہ لیا اور ان کو جماعتی امور کے لیے پند ونصائح کرنا تھے وہاں ان کے دورے کا ایک اہم مقصد آرمی پبلک سکول کے شہید بچوں کے والدین سے تعزیت کرنا بھی تھا۔ جناب نسیم اللہ خان صاحب نے اس سلسلہ میں مختلف مقامات پر والدین کو بھی مطلع کیا اور اخبار نویسوں کو بھی بلا لیا تھا۔ ہم تعزیت کے لیے مختلف گھروں میں گئے۔ ظاہر ہے جس ماں نے بڑے لاڈ پیار سے اپنے لخت جگر کو سکول جانے کے لیے تیار کیا جسے باپ بڑی محبت سے چھوڑ کر آیا اور پھر اچانک ہی اسے خبر مل جائے کہ تمھارا بیٹا شہید ہو گیا ہے۔ اس ماں باپ کا تو کلیجہ چھلنی ہو کر رہ جاتا ہے، ایک ایڈووکیٹ اس قیامت خیز واقع پر گفتگو کرتے ہوئے زاروقطار رو بھی رہا تھا اور بار بار زبان سے یہی کہہ رہا تھا کہ ہمارے دل پر جو چھریاں چل رہی ہیں زندگی بھر یہ صدمہ بھول نہیں سکتے۔

جناب نسیم اللہ خان کے چچیرے بھائی کے بھی دو بچے شہید ہوئے تھے وہاں تو جس گھر میں بھی جاتے تھے غم والم کی داستانیں ہی داستانیں تھیں۔ ان کے چار بچے اسی سکول میں زیر تعلیم تھے واقعہ سے صرف چار ماہ قبل دیہات سے پشاور میں منتقل ہوئے کہ یہاں بچوں کو اچھی درسگاہ مل سکے۔ دوران سال بڑی سفارشوں سے چاروں بچے آرمی پبلک سکول میں داخل کرائے کہ یہاں تعلیم کا معیار بھی اچھا ہے اور کنٹونمنٹ کی وجہ سے بچے نسبتاً زیادہ محفوظ ہیں۔ ان میں سے ایک بچہ جو شہید ہوا ہے اسے ٹائیفائڈ تھا جس کی وجہ سے وہ پندرہ دن سکول نہیں جا سکا تھا وہ بچہ آج بھی سکول نہیں جانا چاہتا تھا مگر والد نے ذرا سختی سے کہا کہ تمھاری پرنسپل صاحبہ کا کئی بار فون آ چکا ہے۔

سعادت مند بچہ باپ کے سامنے انکار نہ کر سکا اور زندگی کے آخری سفر پر روانہ ہوگیا، لیکن باپ کو جب بھی خیال آتا ہے کہ میرا بچہ تو آج سکول نہیں جانا چاہتا تھا میرا ہی اتنی سے کہنا ہی میرے بچے کی موت کا حکم بن گیا تو اس کے دل پر جو گزرتی ہوگی پس وہی جانتا ہے کوئی دوسرا اسے محسوس نہیں کر سکتا۔ جس ہال کے اندر یہ دو بھائی ظالم درندوں کی گولیوں کا نشانہ بن رہے تھے تو تیسرا بھائی دیوانوں کی طرح بھاگ کر اس ہال کے اندر جانا چاہتا تھا فوج کے جوان اس کو پکڑ رہے تھے۔ وہ بتا رہا تھا کہ جب میرے دو بھائی ان دہشت گردوں کے رحم وکرم پر تھے تو میں اپنے بھائیوں کے بغیر کیسے باہر رہ سکتا تھا۔ وہ رو رہا تھا کہ میرے بھائی گولیوں کا نشانہ بن گئے اور میں ان کے پاس نہ جا سکا، مظلومیت کی ان داستانوں کو سننے کا حوصلہ کس میں تھا ایسے میں نعیم صدیقی یاد آئے۔

لو عقل و خرد کی شام ہوئی وہ علم کا سورج ڈوب گیا
پھر روزۂ ضبط غم ہم نے دو اشکوں سے افطار کیا
دل پیش خدا کچھ اور جھکا سرپیش بتاں کچھ اور اٹھا
تھا ایک انوکھا جو عاشق نے کنارِ دار کیا
جب لوگ تعیش گاہوں میں سرشار شباب رنگیں تھے
کچھ درندوں نے ان لمحوں میں اک خون کا دریا پار کیا
وہ مرنے والوں کی عظمت یہ جینے والوں کی پستی
ان دونوں مناظر نے مل جینے سے ہمیں بیزار کیا۔

مومن کو اللہ تعالیٰ نے صبر کی وہ نعمت عطا کی ہے جس کی بدولت والدین اتنا بڑا صدمہ برداشت کیے ہوئے ہیں۔ حضرت الامیر نے ان غمزدہ خاندان کے افراد سے تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ بچے حصول علم کے لیے گھر سے نکلے تھے ظالموں نے ان معصوموں کو بے گناہ شہید کیا ہے ان شاء اللہ یہ بچے کل قیامت کے دن والدین کی انگلیاں تھامے ہوئے ہوں گے اور رب العالمین ان شہید طالب علموں کی شفاعت کی وجہ سے والدین کی خطاؤں کو معاف فرمائے گا۔ امیر محترم نے بڑے رقت آمیز لہجے میں ان شہید طلباء کی بلندیٔ درجات اور والدین کے لیے صبر جمیل کی دعا کرائی نسیم اللہ خان صاحب کے کزن نے بار بار منع کرنے کے باوجود حاضرین کی تھوڑے سے تواضع کی اس کے بعد پبلک سکول دیکھا، رات کافی ہو چکی ہے اس لیے واپس نسیم اللہ صاحب کے گھر سونے کے لیے چلے گئے۔

صبح ناشتے کے بعد محترم پروفیسر ثناء اللہ صاحب کی عیادت کے لیے ان کے گھر یونیورسٹی ٹاؤن گئے۔ پروفیسر صاحب کو ریڑھ کی ہڈی کے موہروں کی تکلیف ہے جس کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہیں۔ ویسے بستر پر ٹیک لگا کر ماشاء اللہ آسانی سے بیٹھ سکتے ہیں ان کے عمر بھی تقریباً 85 سال ہے۔ فرمانے لگے کہ میرے بیٹے پوتے، نواسے کل افراد ملا کر پچیس افراد بنتے ہیں۔ میرے تو گھر پر ہی جماعت اہلحدیث کا یونٹ مکمل ہے۔ تمام قارئین کرام سے ان کی صحت اور غمزدہ خاندانوں کے لیے صبر کی دعا کی التجا ہے۔ نسیم اللہ خان صاحب نے ناشتہ ہی ایسے کرایا تھا کہ اسے دوپہر کا کھانا بھی سمجھ رہے تھے کہ پروفیسر صاحب نے چائے کے ساتھ ایسے لوازمات کا اہتمام کیا ہوا تھا کہ اگر انکار کرتے تو پٹھان ناراض ہو جاتا اور پٹھان کی ناراضگی کا انجام سب جانتے ہیں۔ بہرحال پروفیسر ثناء اللہ صاحب کی محبت میں اللہ کی ان نعمتوں سے بھی بھرپور استفادہ کیا، تقریباً ایک گھنٹے سے زیادہ وقت یہاں گزارا اور پھر احباب سے مل کر واپسی کا سفر شروع کیا۔

وضاحت

حضرت مولانا عبدالقادر حصاریؒ کی حیات مبارکہ پر لکھنے کے بعد بہت سے احباب نے بذریعہ فون رابطہ کیا۔ اکثر احباب کا تقاضا یہ تھا کہ ان کی زندگی پر تفصیلی مضمون لکھا جائے، کچھ دوستوں نے اصلاح بھی کی ہے۔ برادر عزیز رانا محمد شفیق خان پسروری جن کے والد گرامی کا تذکرہ تایا جی خاص دوستوں میں کیا تھا۔ الحمد للہ رانا شفیق بزرگوں کے اس تعلق کو ہمارے ساتھ اسی طرح نبھا رہے ہیں، انھوں نے فون کیا کہ ”درۂ محبوب بر دبر مجذوب“ ان کے والد گرامی مولانا محمد رفیق پسروری کی لکھی ہوئی ہے، مولانا عبدالقادر حصاریؒ کو سیالکوٹ کی عدالت میں بطور گواہ انھوں نے بلایا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسے مقدمات میں وکیل تو مقدمے کی صحیح پیروی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خالص علمی مسئلہ ہوتا ہے اس لیے مولانا محمد رفیقؒ نے مولانا حصاریؒ کا انتخاب کیا کہ وہی اس مسئلہ پر جج کو مطمئن کر سکتے ہیں۔ میں رانا شفیق صاحب کا اس اصلاح پر مشکور ہوں۔

الاستفتاء

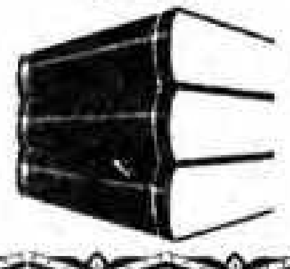

حافظ عبدالوہاب روپڑی

کاہن ونجومی کے پاس جانا اوراس کی باتوں کی تصدیق کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عملیات کرتا ہے اور ہاتھ دیکھ کر مستقبل کے حالات وواقعات بتاتا ہے، وہ ہاتھ دیکھنے کی علیحدہ فیس، مشورہ کی علیحدہ اور زائچے کی علیحدہ فیس لیتا ہے، کیا ایسا عمل کرنا اوراس پر اُجرت لینا جائز ہے یا ناجائز؟ اس کے ساتھ تعلق کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

سائل: قاری اعظم حسین جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام (س) ضلع لاہور

الجواب بعون الوہاب: اللہ تعالی نے انسان کو پیدا فرما کر اسے بے مہار نہیں چھوڑا بلکہ اس کی راہنمائی کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ مختلف ادوار میں مختلف انبیاء اپنے فریضہ کو سرانجام دیتے رہے جن لوگوں نے اپنے معاملات زندگی میں ان نفوس قدسیہ کی رہنمائی کو قبول کیا وہ دنیا وآخرت میں پریشانیوں سے محفوظ رہے اور کچھ لوگوں نے ان کی ہدایات کا انکار کر کے اپنی دنیا وآخرت کو تباہ وبرباد کرلیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: أَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُونِي تَقَحَّمُونَ فِيهَا۔ ''میں تمھاری کمروں سے پکڑ کر تمھیں جہنم کی آگ سے دور کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ تم آگ سے بچ جاؤ تم آگ سے بچ جاؤ، تم آگ سے بچ جاؤ، لیکن تم نہیں مانتے اوراس آگ میں داخل ہوتے ہو۔'' (مسلم کتاب الفضائل باب شفقته ﷺ علی أمته ج8جزء15ص42رقم الحدیث: 2284)

ایک سچے اور مخلص مسلمان کا فرض منصبی ہے کہ وہ اپنے تمام معاملات میں رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کو اپنا کر دنیا وآخرت کی کامیابیاں حاصل کرے لیکن عام طور پر انسان پریشانی کے عالم میں جلدی سے اپنی پریشانیوں کا حل دوسروں سے تلاش کرنا شروع کر دیتا ہے یہی چیز اسے گمراہی کی طرف لے جاتی ہے اسی غرض سے انسان اپنے معاملات زندگی میں مستقبل کے حالات وواقعات معلوم کرنے اورآئندہ آنے والی پریشانی سے بچنے کے لیے کاہنوں، نجومیوں اور مختلف عاملین کے پاس جا کر اپنی قسمت آزمائی کرتے ہوئے اپنے ایمان کو بھی ضائع کر بیٹھتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کاہنوں، نجومیوں اور عاملوں کے پاس جانے والوں کی نمازوں کے ضیاع کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ''جو کسی خبریں بتانے والے (کاہن، نجومی) کے پاس آیا اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا اوراس کی تصدیق کی تو اس کی چالیس دنوں کی نماز قبول نہیں ہوگی۔'' (مسلم کتاب السلام باب تحریم الکهانة واتیان الکاهن ج7جزء17ص187رقم الحدیث: 2230)

نبی رحمت ﷺ نے کاہنوں اور نجومیوں کی تصدیق کرنے والے کو وحی الٰہی کا انکار کرنے والا بتلایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: مَنْ أَتَى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ فِيمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ ''جو کسی کاہن کے پاس آیا اوراس نے اس چیز کی تصدیق کی جو کاہن کہتا ہے تو بلاشبہ اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی۔'' (مستدرک الحاکم کتاب الایمان باب التشدید فی اتیان الکاهن ج1ص154رقم الحدیث: 15)

سیدنا ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی کاہن کے پاس آیا اوراس کی تصدیق کی گویا اس نے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی سے برأت کا اعلان کیا۔ (ابوداود کتاب الکهانة باب فی الکهان ص701رقم الحدیث: 3904)

سیدنا عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے فال نامہ نکالا یا جس کے لیے نکالا گیا یا اس نے کہانت کی یا اس کے لیے کہانت کی گئی اس نے جادو کیا یا اس کے لیے جادو کیا گیا تو وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے کسی کاہن کے پاس جا کر اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کا انکار کیا۔ (مسند بزار، ج 9ص 52رقم الحدیث: 3578)

سیدنا معاویہ بن حکم سلمیؓ بیان کرتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم زمانہ جاہلیت میں (اسلام سے پہلے) کاہنوں کے پاس آیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے ان کے پاس جانے سے منع فرمایا، میں نے کہا کہ ہم فال نکالتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمھارے دل میں پیدا ہونے والا خیال ہے اس کی وجہ سے تم اپنا کوئی کام نہ چھوڑو۔ (مسلم کتاب السلام باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان ج 7جزء 14ص 184)

سیدنا معاویہ بن حکم سلمیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے علم رمل (خط کھینچنا) کے متعلق سوال کیا کہ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّونَ قَالَ: كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ۔ ''ہم میں سے بعض آدمی لکیریں کھینچتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: انبیاء میں سے ایک نبی بھی لکیریں کھینچا کرتے تھے جس کی لکیر اس نبی کی لکیر کے مطابق ہوئی تو اس میں کوئی حرج نہیں۔'' (مسلم کتاب السلام باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان ج 7جزء 14ص 185)

بعض لوگوں نے اس نبی کا نام دانیال بتلاتے ہوئے انھیں علم رمل کا موجد قرار دیا ہے لیکن اس کی اصل حقیقت سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انبیاء میں سے ایک نبی کا خط کھینچنا تو ضرور بتلایا ہے لیکن آپ نے اُس نبی کا نام یا اس کے خطوط کی کیفیت و ماہیت نہیں بتلائی، اس لیے یہ فیصلہ کرنا ممکن نہیں کہ کس آدمی کا خط اس نبی کے خط کے مطابق ہے یا مخالف، اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو اپنے بندوں پر مخفی رکھا ہے لہٰذا یہ خطوط کھینچنا ہم پر مشتبہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے مشتبہ چیزوں سے دور رہنے کا حکم دیا ہے، یوں یہ خط کھینچنا بھی شرعاً جائز نہ رہا۔

صورت مسئولہ میں کاہنوں، نجومیوں، عاملوں اور عمل رمل جاننے کا دعویٰ کرنے والوں کے پاس جانا اور اپنے مستقبل کے حالات معلوم کرنا شرعاً جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں کے پاس جانے والوں کے لیے چالیس دن کی نمازیں قبول نہ ہونے کی وعید سنائی ہے اور ان کی تصدیق کرنے والوں کو وحی الٰہی کا انکار کرنے والے بتلایا ہے، لہٰذا ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر کما حقہ عمل کرتے ہوئے آپ سے سچی محبت کا اظہار کیا جائے اور ایسے لوگوں سے دور رہ کر اپنے ایمان کو ضائع ہونے سے بچایا جائے جب فی نفسہ کہانت کا فعل ناجائز ہے تو اس پر حاصل ہونے والی آمدن بھی ناجائز ہوگی اسی طرح ایسے افعال کا ارتکاب کرنے والوں کے ساتھ اہل ایمان کو کسی قسم کا تعلق نہیں رکھنا چاہیے

بقیہ: اسلامک شرعیہ کونسل کا دورہ لندن

لندن پہنچنے کا ٹائم صبح سات بجے ہے، نماز فجر طیارے کے مخصوص حصے میں ادا کرنے سے خوشگوار خوشی ہوئی، طیارے نے ہیتھرو ائیرپورٹ پر بحفاظت لینڈ کیا، ہمارا سامان چونکہ کلب کلاس کا تھا اس لیے سب سے پہلے اتار دیا گیا تھا جسے ہم بیلٹ پر ڈھونڈتے رہے اتنے میں بڑا وقت ضائع ہو گیا مجھے بریڈفورڈ یارکشائر جانا تھا کنگز کراس ریلوے اسٹیشن پہنچنے میں پانچ منٹ تاخیر ہوگئی اور ٹرین کا نیا ٹکٹ بنوانا پڑا۔ گھر پہنچتے پہنچتے تمام سوٹ کیسوں کے ہینڈل جواب دے گئے تھے، بڑی مشکل سے دو اڑھائی سو میل کا سفر کر کے اپنے گھر پہنچا۔ یہ ایک الگ دکھ بھری داستان ہے جس کے سنانے کی ضرورت نہیں ہے **وبحمد اللہ تتم الصالحات** دعا ہے اللہ ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور آخرت کے سفر کو بھی آسان و کامیاب فرمائے۔ آمین

تفسیر سورۃ الاعراف

حافظ عبدالوہاب روپڑی (فاضل ام القریٰ مکہ مکرمہ) (قسط نمبر 48)

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ
أَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ
قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ (138) إِنَّ هَٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ
وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (139) قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَٰهًا
وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (140) وَإِذْ أَنجَيْنَاكُم مِّنْ آلِ
فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُقَتِّلُونَ أَبْنَاءَكُمْ
وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ
(141)

''اور (جب) ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اُتار دیا تو وہ ایک ایسی قوم کے پاس آ ئے جو اپنے بتوں کی عبادت میں لگے ہوئے تھے، کہنے لگے اے موسیٰ! ہمیں بھی ایک ایسا الٰہ بنا دو جیسا کہ ان لوگوں کا معبود ہے، موسیٰ ؑ نے کہا: بلاشبہ تم بڑے جاہل لوگ ہوں۔ یہ لوگ جس کام (بت پرستی) میں لگے ہوئے ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں سراسر باطل ہے۔ (پھر کہا) کیا میں اللہ کے علاوہ تمھارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمھیں تمام اہل عالم پر فضیلت عطا کی ہے اور (اے بنی اسرائیل! وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تمھیں فرعونیوں سے نجات دی، وہ تمھارے بیٹوں کو مار ڈالتے اور تمھاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمھارے لیے تمھارے پروردگار کی طرف سے ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔''

مشکل الفاظ کے معانی

جَاوَزْنَا	ہم نے عبور کروایا
أَصْنَامٍ	بت (یہ صنم کی جمع ہے)
مُتَبَّرٌ	برباد ہونے والا
بَلَاءٌ	آزمائش

التوضیح

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ. بنی اسرائیل فرعون کے ہاتھوں کئی مرتبہ ذلت کا نشانہ بنے یہاں تک کہ ان سے غلاظت اٹھوائی گئی اور ان کے بچے قتل کیے گئے وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے ان کو دشمن کی ہلاکت کے ساتھ نجات دی اور کھوئی ہوئی عزت اور دولت واپس لوٹا دی، اس پر انھیں اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے تھا لیکن وہ نجات اور آزادی کے بعد ایک ایسی قوم پر سے گزرے کہ جو بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کے دلوں میں شیطان نے بچھڑے کی محبت کو دوبارہ زندہ کر دیا انھوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کر دیا کہ آپ بھی ہمارے لیے ان لوگوں کی طرح ایک الٰہ مقرر کر دیں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اللہ کی عظمت وجلالت سے بالکل جاہل ہو، اس نے تمھیں کتنی نعمتوں سے نوازا اور اس کے باوجود بھی تم اس کے ساتھ شرک کا مطالبہ کر رہے ہو۔

رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ

رسول اللہ ﷺ مکہ سے حنین کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں صحابہ کرام ؓ نے ایک بیری کا درخت دیکھا جسے ذات انواط کہا جاتا تھا، کفار اس کے پاس بیٹھتے اور اس پر اسلحہ لٹکاتے تھے جب رسول اللہ ﷺ کا قافلہ بیروں سے سرسبز وشاداب علاقہ سے گزرا تو مسلمانوں نے عرض کی

کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ذات انواط مقرر فرما دیجیے تو آپ نے فرمایا: قتلم والذی نفسی بیدہ کما قال قوم موسی اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تمھاری بات اسی طرح ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ ان لوگوں کی طرح ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم بہت ہی جاہل ہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک یہ پہلے لوگوں کے طور طریقے ہیں، بیشک تم ضرور ان کی روش اختیار کرو گے۔ (جامع ترمذی رقم الحدیث: 2180 الموسوعۃ الحدیثیۃ مسند امام احمد 218/5)

عہد فاروقی رضی اللہ عنہ اور تاکیدی حکم

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے امراء کو رعایا کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا تاکیدی حکم جاری کرتے تھے حکمرانوں کو رعایا کے جسموں پر مارنے سے منع کرتے کیونکہ مار پیٹ انسان کی ذلت کا باعث بنتی ہے اور اسلام انسانوں کو ذلیل نہیں بلکہ ایک باعزت زندگی فراہم کرتا ہے لہٰذا عوام کو حکمران غلام نہ بنائیں اور نہ ہی ان پر ظلم و ستم کریں۔ اسلام اور دیگر مذاہب نے انسان کی تکریم کا حکم دیا ہے اسی چیز کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کرام نے پیش کیا تھا جو کہ اہل اقتدار اور عارضی اختیار رکھنے والوں کو پسند نہ آئی، انھوں نے مخلوق الٰہی کو اپنا محکوم بنانے کی کوشش کی کیونکہ ایک اچھے حاکم کی ذمہ داری لوگوں کو ہر طرح سے عزت فراہم کرنا ہوتی ہے اگر یہ ذمہ داری پوری ہو جائے تو معاشرہ خوشحالی اور امن کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے الٰہ مقرر کرنے کے مطالبہ پر ناراض ہوئے اور فرمایا: جس کام میں وہ لگے ہوئے ہیں وہ برباد ہونے والا بیہودہ کام ہے۔ موسیٰ کا قوم کو یہ جواب دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انسان کے لیے وحی الٰہی کے ذریعے بتلایا ہوا راستہ ہی کامیابی و کامرانی کا راستہ ہے اور اُسے ترک کرتے ہی انسان تباہی و بربادی کے راستے پر چل پڑتا ہے۔

قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَٰهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ.

بنی اسرائیل کے معبود مقرر کرنے کے جاہلانہ مطالبہ پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کی سرزنش کرتے ہوئے انھیں سمجھایا کہ اب کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کوئی اور معبود تمھارے لیے تلاش کروں حالانکہ اللہ وحدہ لاشریک نے تمھیں ذلت و رسوائی سے نجات اور فرعون کے ظلم و ستم اور غلامی سے نجات دی ہے۔ قبطی تمھیں ذلیل و خوار کرتے، قیدیوں کی طرح تم سے بدسلوکیاں کی جاتیں، اس رب نے تمھیں ان مصیبتوں سے نجات دی اور فرعونیوں کے محلات پر تمھیں قابض کیا جس رب کے تم پر اس قدر احسانات ہیں، کیا میں اُسے چھوڑ کر کسی دوسرے کو معبود بنا لوں؟ پھر تو یہ شرک صریحاً اللہ کے احسانات کی ناشکری ہوگی۔

وَإِذْ أَنجَيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُقَتِّلُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ. سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اللہ کے احسانات یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت کو یاد کرو جب فرعون تم سے انتہائی ذلت آمیز سلوک سے پیش آتا تھا تمھارے لڑکے بے دردی سے قتل کرتا اور اپنی خدمت کے لیے تمھاری لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا تو اللہ رب العزت نے کس قدر احسان کیا کہ تمھیں اتنی بڑی آزمائش سے باہر نکالا لہٰذا اس خالق کا تم پر یہ حق ہے کہ صرف اور صرف اُسی کی بندگی کرو، اس کے احسانات پر اس کے شکر گزار بنو، اس کی حکم عدولی سے اجتناب کرو، اس کی وحی کے مطابق اپنی زندگی گزارو اور شرک سے اپنے دامن کو ناپاک ہونے سے بچاؤ۔

اخذ شدہ مسائل (1) بنی اسرائیل نے ایک مشرک قوم کو شرک کرتا دیکھ کر اپنے جاہلانہ طرز عمل کے سبب موسیٰ سے غیر اللہ کو معبود مقرر کرنے کا مطالبہ کیا (2) بنی اسرائیل کا مطالبہ انتہائی خطرناک اور جہالت پر مبنی تھا اس لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کی سرزنش کی (3) موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی اصلاح کرتے ہوئے انھیں عقیدہ توحید پر پختگی کا مظاہرہ کرنے کی تلقین فرمائی اور ان کو اللہ تعالیٰ کے فقید المثال احسانات یاد دلائے اور ناشکری کے سنگین انجام سے ڈرایا۔

وحی الٰہی کا واضح انکار

عطاء محمد جنجوعہ

قسط نمبر 9 آخری

جمہوریت روحانی اقدار کو دیمک کی طرح چاٹتی ہے

انسان دو چیزوں جسم اور روح کا مرکب ہے۔ جس طرح خوراک، لباس اور رہائش کے بغیر جسمانی نشوونما ممکن نہیں اسی طرح تسکین قلب کے بغیر روحانی بالیدگی ناممکن ہے۔ خود ساختہ نظام بنی نوع انسان کو خورد و نوش، بود و باش اور ذرائع آمد و رفت کی سہولتیں فراہم کرتے ہیں وہ جگہ جگہ تعلیمی ادارے قائم کرتے ہیں لیکن اُن کی تعلیم کا مقصد اصلاح کی بجائے معاش ہوتا ہے، فلاحی حکومت انسان کی باطنی مضطرب کیفیت کے ازالے کے لیے ذرائع ابلاغ پر ادبی وثقافتی پروگرام پیش کرتی ہے، سیر و سیاحت کے لیے تفریحی مقامات تعمیر کرتی ہے اور پارکوں کو سبزہ اور رنگ برنگے پھولوں سے سجاتی ہے۔ خود ساختہ نظریات پر مبنی حکومت اجتماعی معاملات طے کرنے کے لیے عقل ووجدان کو معیار ٹھہرا کر قانون وضع کرتی ہے۔

روز مرہ زندگی کے اَن گنت واقعات اس امر کے شاہد ہیں کہ تفریحی مقامات کی چہل قدمی اور ذرائع ابلاغ کے رنگا رنگ پروگرام انسان کی جسمانی وذہنی تھکاوٹ کو تو دور کر سکتے ہیں لیکن اُسے قلبی سکون مہیا نہیں کر سکتے اور جب پریشان حال سونے کے لیے بستر پر دراز ہوتا ہے تو خواب آور گولیاں بھی بے اثر ہو جاتی ہیں۔ خود ساختہ نظاموں کے برعکس اللہ کا نازل کردہ نظام انسان کی جسمانی نشوونما کے ساتھ ساتھ روحانی بالیدگی کا اہتمام بھی کرتا ہے۔ حکومت الٰہیہ میں مفلوک الحال اور تنگ دست بھائیوں کی اعانت کے لیے زکوٰۃ وصدقات اور فطرانہ وغیرہ کا نظام ہے۔ روح کو تقویت فراہم کرنے کے لیے نماز اور ذکر الٰہی کا اہتمام کیا ہے۔ دن بھر کی مشقت کے بعد تھک کر چور ہونے والا انسان ہو یا معاشرتی بگاڑ کا ستایا ہوا فرد، اگر وہ مسجد میں جا کر اپنی عاجزی کا اقرار کرتا ہے اور رب ذوالجلال کی کبریائی بیان کرتا ہے اور آنسو بہا کر يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ پڑھتا ہے تو اُسے قلبی سکون ملتا ہے۔

اگر خدانخواستہ کسی کے عزیز کو قتل کر دیا جائے یا اُس کی عزت لوٹ لی جائے یا اُس کو مال ودولت سے محروم کر دیا جائے تو ذی شعور خاندان کے لیے تفریح کے ذرائع بے معنی بن جاتے ہیں، اگر اس ملک میں خود ساختہ قوانین رائج ہوں تو عموماً مجرم قانون کے چور دروازوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اگر مجرم کو کچھ عرصہ سزا مل بھی جائے تو وہ جیل کی سزا کاٹ کر مظلوم فیملی کے سامنے دندناتا پھرتا ہے اس سے مظلوم فیملی کی بے چینی و بے قراری میں اضافہ ہوتا ہے۔ عقل پر مبنی نظام کے برعکس اگر اس ملک میں وحی الٰہی کا قانون نافذ ہو تو ثبوت ملنے پر زانی کو سنگسار کر دیا جاتا، چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا اور قاتل کو مدعی کے سپرد کر دیا جاتا ہے وہ معاف کرے، دیت لے یا قصاص کا مطالبہ کرے یہ اس کی صواب دید پر ہوتا ہے۔ الٰہی قانون سے مظلوم خاندان کی مضطرب کیفیت کو سکون ملتا ہے۔ بالفرض ملزم کا اتا پتا نہیں چلتا اگر نشان دہی ہو جاتی ہے اور وہ فرار ہو کر دیارِ غیر میں چلا جاتا ہے تو حکومت اسلامیہ اس کے نقصان کی تلافی کرنے کی پوری کوشش کرتی ہے۔ علاوہ ازیں مظلوم فیملی عقیدۂ آخرت پر یقین رکھتی ہو تو وہ صبر وشکر کا کلمہ پڑھ کر مطمئن ہو جاتی ہے۔

بین الاقوامی سطح پر معاشی، معاشرتی اور سیاسی بگاڑ کا علاج کرنے کے لیے اجتہاد جدید کے نام پر علم وعقل کو بروئے کار لایا جا رہا ہے، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان کے بقول ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کا مشاہدہ ہر شخص کو ہو رہا ہے کیوں؟ اس لیے کہ انسانی علم صحیح نہیں اور

عقل آوارہ ہے صحیح علم کے لیے وحی ربانی کی طرف رجوع لازم ہے لیکن اس سے پہلو تہی کی جارہی ہے اور عقل میں ہوس اور خواہشات نفسانی کی آمیزش ہوگئی ہے اور اس کی راہنمائی سے صحیح نتائج برآمد نہیں ہو رہے۔

ویسے بھی انسانی علم وعقل مکمل راہنمائی کے لیے کافی نہیں ہوتے جب تک اُن کو وحی الٰہی کے تابع نہ کیا جائے۔ آج یہی آوارہ عقل صاف ستھرے اور یقینی احکام الٰہیہ میں ترمیم وتبدیلی اور قطع وبرید پر مصر ہے۔

اہل مغرب کا دعویٰ ہے کہ انسانی ذات فی نفسہ خیر ہے اُسے خیر کے ادراک اور شر پر عمل پیرا ہونے کے لیے وحی کی کوئی ضرورت نہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ معاشرے میں پھر حق تلفی کے واقعات کیوں رونما ہوتے ہیں؟ اگر ارادہ عمومی ہمیشہ انسانی فلاح کا ارادہ کرتا ہے تو مغربی ممالک میں جرائم کی شرح میں اضافہ کی رفتار تیز تر کیوں ہے؟ اگر برطانیہ یا امریکہ میں ایک منٹ کے لیے بجلی بند ہو جائے تو قتل وغارت، لوٹ مار اور عصمت دری کے ہزاروں واقعات کیوں رونما ہو جاتے ہیں؟ اگر ہر انسانی ذات خیر کا ادراک کرسکتی ہے تو عوامی معاملات سے لے کر ملکی معاملات تک خاندان سے لے کر پارلیمینٹ تک عوام کی آراء میں اختلاف کیوں ہے؟ ''اگر ارادہ عمومی ہمیشہ انسانی فلاح کا ارادہ کرتا ہے'' تو ان کی رائے سے اختلاف کرنے والے بھی انسان ہیں تو پھر ہر انسانی ذات خیر کا ادراک کر سکتی ہے کا نظریہ باطل کیوں نہیں؟

اگر عوام از خود خیر وشر میں تمیز کر سکتے ہیں تو انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد چہ معنی دارد؟ بلا شبہ اللہ کریم نے انسان کو بے شمار نعمتیں اور گونا گوں صلاحیتیں عطا کی ہیں جن میں سے عقل بھی رب کا تحفۂ خاص ہے جو وحی الٰہی کے تابع ہے مگر اس پر حاکم نہیں۔ شیطان انسان کا صریح دشمن ہے جس کے مکروفریب سے بچانے اور صراط مستقیم پر چلانے کی غرض سے اللہ نے مخلوق کی ہدایت کے لیے انبیائے کرام مبعوث فرمائے، خاتم النبیین ﷺ پر نازل ہونے والی وحی الٰہی قیامت تک جن وانس کے لیے رشد وہدایت کا منبع ہے لہٰذا قرآن وحدیث کے احکام کو عقل کے دعویٰ سے رد کرنا دراصل وحی الٰہی کی دائمی حیثیت سے انکار کے مترادف ہے اور احمقانہ فعل بھی ہے۔

مولانا محمد رمضان سلفی نے خوبصورت تشبیہ سے بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ عقل وحی الٰہی کے ماتحت ہے۔ ''عقل کی مثال آنکھ کی سی ہے اور وحی الٰہی سورج کی مثل ہے آنکھ کے لیے ضروری ہے کہ وہ سورج کے تابع رہ کر اس کی روشنی سے فائدہ اٹھائے لیکن اس کے لیے یہ گنجائش نہیں ہے کہ وہ نظام شمسی کے کسی جزء پر اعتراض اٹھائے اور اس میں کیڑے نکالنے کی کوشش کرے ورنہ قصور آنکھ کا ہوگا نہ کہ نظام شمسی کا۔ کیونکہ آنکھ اگرچہ نظام شمسی کے بعض اجزاء کا ادراک کر سکتی ہے لیکن اس کے اکثر اجزاء کی حقیقت معلوم کر لینا اس کے بس کا روگ نہیں ہے بالکل اسی طرح عقل کا کام بھی یہ ہے کہ وہ وحی الٰہی (قرآن وحدیث) کے تابع رہ کر اس کی ضیاء پاشیوں سے مستفید ہو، وحی کے ذکر کردہ احکام کی حکمتیں معلوم کرنے کا اختیار بھی اسے حاصل ہے لیکن عقل کو وحی پر حکمران بننے یا وحی کے بعض اجزاء کا انکار کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔''

(ہفت روزہ الاعتصام 27 رجب 1426ھ ص:10)

قرآن وسنت کو نہ سمجھنے کی صورت میں قصور عقل کا ہوتا ہے وحی کا نہیں۔ عقل سے وحی الٰہی کی اہمیت وضرورت کو اجاگر کرنا اور فطرت کے اسرار ورموز میں فہم وادراک حاصل کرنا، نباتات وجمادات اور حیوانات پر انسانی بھلائی کے لیے تحقیق کرنا دنیا وآخرت کی فلاح کا موجب ہے لیکن وحی الٰہی یعنی قرآن وحدیث کے احکام میں کیڑے نکالنے کے لیے عقل کا استعمال حرام ہے۔ روئے زمین پر اسلام آخری الہامی دین ہے جو بیک وقت انسان کے جسم کی نشو ونما اور روحانی تربیت کا اہتمام کرتا ہے، نبی ﷺ نے اپنے پیروکاروں میں آخرت کی جواب دہی کا احساس پیدا کیا کہ وہ آپ ﷺ کے بعد امت مسلمہ کے خلیفہ مقرر ہوئے یا خادم بن کر رہے کہ اُن کے دلوں پر مالک جزا وسزا کا خوف مسلط رہا۔

شمس العلماء شبلی نعمانی تحریر کرتے ہیں: ''اسلم (سیدنا عمرؓ کا غلام) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ سیدنا عمر فاروقؓ رات کو گشت کے لیے نکلے، مدینہ سے 3 میل پر صرار ایک مقام ہے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں، پاس جا کر حقیقت حال

دریافت کی تو اُس نے کہا کہ کئی وقتوں سے بچوں کو کھانا نہیں ملا ہے اُن کے بہلانے کے لیے خالی ہانڈی میں پانی ڈال کر چڑھا دی ہے۔ سیدنا عمر فاروقؓ اُسی وقت اٹھے اور مدینہ میں آ کر بیت المال سے آٹا، گوشت، گھی اور کھجوریں لیں اور اسلم سے کہا کہ میری پیٹھ پر رکھ دو۔ غلام نے عرض کیا حضور میں اُٹھا لیتا ہوں تو آپؓ فرمایا: قیامت کے دن میرا بوجھ تم نہیں اٹھاؤ گے، غرض سب چیزیں خود لاد کر لائے اور عورت کے آگے رکھ دیں۔ اُس نے آٹا گوندھا اور ہانڈی چڑھائی۔ سیدنا عمر فاروقؓ خود چولہا پھونکتے جاتے تھے، کھانا تیار ہوا تو بچوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور اُچھلنے کودنے لگے، سیدنا عمر دیکھتے اور خوش ہوتے تھے۔ عورت نے کہا: خدا تم کو جزائے خیر دے، سچ یہ ہے کہ امیر المومنین ہونے کے قابل تم ہو نہ کہ عمر فاروقؓ۔

(الفاروق،ص:441)

ایک مرتبہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ بن عمرؓ ایک غلام کے پاس پہنچے جو بکریاں چرا رہا تھا، اس کا امتحان لیا اور کہا کہ ذرا کسی بکری کا دودھ پلا دے، اُس نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا، فرمایا کیوں؟ کہا کہ میرے مالک کی اجازت ضروری ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ فرمانے لگے کہ اس وقت تیرا مالک کہاں دیکھ رہا ہے تو غلام کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ ''اللہ تو دیکھ رہا ہے'' یہ تھا انسانی تاریخ کا عظیم روحانی انقلاب جس نے معاشرے کے بے کس افراد کو سہارا دیا اور اُن کو روحانی طور پر اس انداز سے مسخر کیا کہ وہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والے بن گئے۔ جمہوری نظام مادہ پرستی کو فروغ دیتا ہے اور منافقت کے جراثیم کو جنم دیتا ہے اس سے معاشرے کے بگاڑ میں اضافہ ہوا ہے اور ملک میں خود ساختہ قوانین امن واستحکام لانے میں ناکام ہو گئے ہیں۔

مولانا محمد عیسیٰ منصوری کے بقول ''انسانی معاشرے کو فساد و بلاکت سے بچانے کا حقیقی سبب انسان کی اندرونی کی قوت ومدافعت یعنی روح کی تہذیب اور قوت وضبط ہے اس کے بغیر دنیا کا کوئی قانون اور اس کے نافذ کرنے والے ادارے انسانی معاشرے کو تباہ ہونے سے نہیں روک سکتے۔'' (ماہنامہ الفاروق،صفر 1425ھ)

ہمارے بعض مذہبی راہنماؤں نے بھی مغربی فلسفہ سے متاثر ہو کر سیاست کو ہی دین کی اساس سمجھ لیا ہے طرفہ تماشا یہ کہ انھوں نے جمہوری طریقہ کار سے معجزہ نما انقلاب کی توقع رکھ کر 60 سال ضائع کر دیے، جس نظام نے قرآن وحدیث کو سیاست، معیشت اور معاشرت سے بے دخل کر دیا۔

محمدی انقلاب کیسے رونما ہوا؟

سید ابوالحسن علی ندویؒ اظہار خیال کرتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت ورسالت کے ذریعے ایسے صالح افراد پیدا کیے جو خدا پر ایمان رکھنے والے، اللہ کی پکڑ سے ڈرنے والے، دین دار وامانت دار اور دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والے، مادیت کے مظاہر کو نظر حقارت سے دیکھنے والے اور ان مادی طاقتوں پر اپنے ایمان اور روحانی قوت سے فتح پانے والے تھے جن کا ایمان اس پر تھا کہ دنیا ان کے لیے پیدا کی گئی ہے اور وہ آخرت کے لیے بنائے گئے ہیں۔

چنانچہ یہ تجارت کے میدان میں آئے تو راست باز اور امانت دار تاجر ہوئے اور اگر ان کو فقر وفاقہ سے واسطہ پڑتا تو وہ ایک شریف اور محنتی انسان نظر آئے، جب کبھی کسی علاقے کے حاکم ہوتے تو ایک محنتی اور بہی خواہ عامل ہوتے، وہ جب مال دار ہوتے تو فیاض اور غم خوار مال دار ہوتے۔ جب وہ مسند قضا اور عدالتی کرسی پر بیٹھتے تو انصاف دوست اور معاملہ فہم قاضی ثابت ہوتے، وہ حاکم ہوتے تو مخلص اور امانت دار حاکم ہوتے انھیں سیادت وریاست ملتی تو وہ متواضع اور شفیق وغم خوار حاکم اور سردار ہوتے اور جب وہ عوام کے مال کے امانت دار بنتے تو محافظ اور صاحب فہم خازن ہوتے۔'' (الفاروق، رجب المرجب 1420ھ)

عصر حاضر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے میں ایسے صالح افراد تیار کیے جائیں جو بالغ ہو کر زندگی کے جس شعبہ میں داخل ہوں اسوۂ رسول مقبول ﷺ پر عمل کرنے والے بن جائیں اور حکومتی سطح پر قرآن وسنت کے نفاذ کے لیے اسلاف کی طرح امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیں اور اس مغربی طرز سیاست کو خیر باد کہہ دیا جائے جو روحانی تعلیم وتزکیہ کے جذبہ کو مدہم کرتا ہے۔

ویلنٹائن ڈے (بازاری وآوارہ لوگوں کا دن)

مولانا لیاقت علی باجوہ

فروری کا مہینہ آتے ہی شیطان کے پیروکار نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ویلنٹائن ڈے کی تیاریوں میں مصروف ہوجاتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہنے لگتے ہیں کہ میں اس دفعہ 14 فروری ویلنٹائن ڈے پر فلاں لڑکی کو پھول بھیجوں گا اور ویلنٹائن ڈے کارڈ بھیجوں گا یا اس طرح کا بیہودہ SMS کروں گا۔ ماضی قریب میں آپ نظر دوڑا کر دیکھ لیں کہ 14 فروری کا دن ہر سال آتا تھا اور عام دنوں کی طرح گزر جاتا تھا، کسی کو اس دن ویلنٹائن ڈے منانے کا پتہ بھی نہیں تھا لیکن جب سے میڈیا نے ترقی کی ہے غیروں سے پیسے لے کر خوب تشہیر کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں نوجوان نسل خاص کر سکول وکالجز کے لڑکے اور لڑکیاں اپنی تعلیم سے بے پرواہ ہوکر اس طرح کی بیہودگی کرتے ہیں۔

جس کے دل میں ذرہ سا بھی خوف الٰہی ہو تو اس کا دل یہ سب دیکھ کر خون کے آنسو روتا ہے کہ ان بچوں کو تو خالد بن ولید، صلاح الدین ایوبیؒ ٹیپو سلطانؒ، محمد بن قاسمؒ اور طارق بن زیاد جیسے مجاہد بننا چاہیے تھا لیکن یہ تو اس طرح رقص کر رہے ہیں کہ شیطان بھی شرمندہ ہوتا نظر آتا ہے۔ اگر آپ کسی کو منع کریں تو کہتے ہیں کہ ان مولویوں کو کیا پتہ؟ یہ مولوی تو روشن خیالی کے خلاف ہیں یہ تو کہتے ہیں کہ اپنی کزن کے ساتھ بھی بات نہ کرو حالانکہ یہ تو ہمارے اپنے ہیں، ایسے لوگ غیر محرموں کے ساتھ مصافحے اور معانقے کرنے کو گناہ تصور نہیں کرتے۔ حالانکہ جس نبی ﷺ کا یہ لوگ کلمہ پڑھتے ہیں اسی نبی ﷺ کا ارشاد پاک ہے: ''تم میں سے کسی کے سر پر لوہے کی سلاخ نشانہ باندھ کر ماری جائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو ہاتھ لگائے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے۔

(طبرانی 212/2 صحیح الجامع)

اکثر لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ دل اگر صاف ہو تو ہاتھ ملانے سے کیا ہوتا ہے جبکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: اِنِّي لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ ''میں (محمد ﷺ) غیر محرم عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ (احمد 412/1 صحیح الجامع 4126) ایک حدیث میں ہے: ''میں (محمد ﷺ) اجنبی عورتوں کے ہاتھ نہیں چھوتا۔'' (طبرانی، صحیح الجامع 7054) سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں اللہ کی قسم! نبی ﷺ کے (اعلیٰ ترین) ہاتھ نے کبھی کسی غیر محرم عورت کا ہاتھ نہیں چھوا تھا بلکہ نبی کریم ﷺ زبانی ہی عورتوں سے بیعت لے لیتے تھے۔ (مسلم 1489/3)

ویلنٹائن ڈے کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں ان میں سے ایک مستند روایت یہ بھی ملتی ہے کہ تیسری صدی میں کلیسائے روم میں ویلنٹائن نامی ایک پادری تھا جو کلیسا ہی کی ایک خوبصورت راہبہ پر فریفتہ ہوگیا، عیسائی تعلیمات کے مطابق پادریوں اور راہبات کے لیے تادم مرگ شادی حرام تھی، اس لیے ویلنٹائن کے لیے اپنی محبوبہ (راہبہ) سے جسمانی تعلق قائم کرنا ناممکن تھا لہٰذا اس عیار پادری نے اپنی جنسی ہوس کی تکمیل کے لیے راہبہ کو ورغلایا اور اسے کہا کہ مجھے خواب میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ 14 فروری کو کوئی پادری یا راہبہ جسمانی تعلق قائم کرلیں تو ان پر زنا کی تہمت نہیں لگے گی اور نہ ہی کوئی گناہ ہوگا جوش محبت میں راہبہ بھی اندھی ہوگئی اور دونوں نے منہ کالا کرلیا۔'' کلیساء کی روایات اور عیسائیت کا تقدس پامال ہوا، چنانچہ یورپ نے مذہبی ساکھ بچانے کے لیے دونوں کو زنا کے جرم میں قتل کروادیا، کچھ ہی عرصے بعد بعض منچلوں نے ویلنٹائن کو شہید محبت کا خطاب دے کر 14 فروری کو اظہار محبت کے لیے اسے ویلنٹائن ڈے کے نام سے باقاعدہ منانا شروع کردیا۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کے مطابق اس تہوار کا تعلق رومی دیوتا توہرکالیا (LOPER CALIA) سے ہے۔ قدیم رومن مرد اس

تہوار پر اپنی آستینوں پر اپنی محبوباؤں کے نام لگا کر نکلتے تھے بعض اوقات یہ جوڑے باہم تحائف کا بھی تبادلہ کرتے تھے مختلف ادوار سے گزرتا ہوا یہ تہوار اب اس شکل میں سامنے آیا ہے کہ سان فرانسکو میں ویلنٹائن ڈے پر ہم جنس پرست جوڑے سرعام برہنہ جلوس نکالتے ہیں اور جلوس کے شرکاء اپنے جنسی اعضاء پر محبوبوں کے نام کے سٹیکر چسپاں کر کے یا پینٹنگ کر کے ان کی سرعام نمائش کرتے ہیں۔(ویلنٹائن ڈے عبدالوارث ساجد)

14 فروری کو اگر آپ کیبل ٹی وی لگا کر دیکھیں تو آپ کو بیہودہ قسم کے مناظر دیکھنے کو ملیں گے۔یہی کچھ حال اخبارات کا ہوتا ہے کہ پورے ملک سے مختلف قسم کے بے ہودہ میسج آپ کو پڑھنے کے لیے ملیں گے،اسی قسم کی محبت کی وجہ سے لڑکیاں اور لڑکے اپنی تعلیم کو ترک کر دیتے ہیں۔اگر آپ 15 فروری کو اخبارات اٹھا کر دیکھ لیں تو ہر سال کی طرح کہیں خبر لکھی ہوتی ہے کہ فلاں کو محبوبہ نے جوتے پڑ گئے،فلاں کو لڑکی کے بھائیوں نے پکڑ لیا اور اس کا منہ کالا کر دیا،کسی محبوب کو پولیس کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور تھانے جا کر چھترول ہوتی ہے،کہیں لڑکے خود لڑ پڑتے ہیں اور وہ اس لیے کہ یہ لڑکی تو میری محبوبہ تھی آپ نے اسے پھول کیوں بھیجے ہیں؟ کہیں کسی کو لڑکی کے بھائی غیرت کے نام پر قتل کر دیتے ہیں۔ محبت کرنی جائز ہے لیکن غیر محرم عورتوں سے نہیں بلکہ محبت میں بھی صرف اللہ کی رضا مقصود ہو،آپ ﷺ کا ارشاد ہے: افضل کام یہ ہے کہ محبت کی جائے تو اللہ کے لیے اور ناراضگی ہو تو وہ بھی اللہ کے لیے۔(ابوداود:4599)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر،چنانچہ جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت فرماتے ہیں تم بھی اس سے محبت رکھو۔آسمان والے بھی اس سے محبت کرنا شروع کر دیتے ہیں پھر زمین والوں میں بھی اس کی مقبولیت پھیلا دی جاتی ہے۔

(بخاری کتاب الادب)

بہر حال ویلنٹائن ڈے کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ ایک غیر اسلامی رسم ہے،اسلام میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا یہ حرام ہے۔آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے: جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انھیں میں سے ہوگا۔(ابوداود 4021) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ کفار سے ان کے خصوصی تہواروں میں ان کے لباس کھانے پینے غسل کرنے آگ جلانے اور اپنی کوئی عادت اور کام وغیرہ یا عبادت سے چھٹی کرنے میں ان کفار کی مشابہت کریں۔(مجموع الفتاویٰ 324/25)

آیئے! ہم عہد کریں کہ ہم اپنی اولاد کو بھی ایسے تہوار سے دور رکھیں گے اور اپنے علاقے میں لوگوں کو اس کی حقیقت سے آگاہ کریں تاکہ کم از کم مسلمان بچے تو اس غیر اسلامی اور شیطانی تہوار سے محفوظ رہ سکیں۔

ناظم تبلیغ کی تبلیغی سرگرمیاں

ناظم تبلیغ جماعت اہلحدیث حافظ محمد رفیق طاہر نے مرکز اُمت جامعہ تعلیم الاسلام فاروق آباد میں 24 جنوری بعد نماز مغرب بروز ہفتہ تربیتی و اصلاحی درس کا اہتمام کیا۔25 جنوری بروز اتوار جامع مسجد قدس اہلحدیث کوٹ سوھندا اور 27 جنوری بروز منگل ڈاکٹر سیف کے بچے کے عقیقے کے موقع پر تربیت اولاد کے عنوان درس دیا۔اسی روز بعد نماز مغرب جامع مسجد اہلحدیث سندھ اور ماناچک گوجرانوالہ میں بعد نماز عشاء درس قرآن دیا۔28 جنوری بروز بدھ جامع مسجد اہلحدیث کجر میں بعد نماز فجر حرمت رسول کے عنوان پر مفصل بیان ہوا۔29 جنوری بروز جمعرات ڈیرہ اعوان جھلار سندر سنگھ اور 30 جنوری بروز جمعہ بعد نماز فجر جامع مسجد ابراہیم مری روڈ راولپنڈی میں درس قرآن وحدیث دیا اور خطبہ جمعۃ المبارک جامع مسجد فضل اہلحدیث قائداعظم کالونی راولپنڈی میں پڑھایا۔ہفتہ 31 جنوری جامع مسجد عائشہ صدیقہؓ ورن روڈ پر اور یکم فروری بروز اتوار جامع مسجد مدنی رسولپورہ فاروق آباد،اسی روز آزاد کشمیر ناڑہ کوٹ ضلع باغ میں قائد انقلاب کانفرنس میں ناظم تبلیغ جماعت اہلحدیث پاکستان حافظ محمد رفیق طاہر نے بھی مفصل خطاب کیا جس سے متاثر ہو کر دیوبند عقیدہ سے تعلق رکھنے والے دو افراد نے مسلک اہلحدیث سے دلی وابستگی کا اعلان کیا۔

(رپورٹ: صاحبزادہ ابوبکر صدیق ناظم جماعت اہلحدیث ضلع شیخوپورہ)

مرزا قادیانی کے سیدنا عیسیٰؑ پر بہتان

ہر مسلمان مرزا غلام احمد قادیانی کی عادات سے بخوبی واقف ہے اور سب کے علم میں ہے کہ اُس نے شان الوہیت ورسالت میں بہت زیادہ گستاخیاں کی ہیں۔ کبھی مرزا قادیانی نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی، کبھی خاتم الانبیاء ﷺ کی توہین کی، کبھی سیدنا آدم علیہ السلام کی توہین کی، کبھی نوح علیہ السلام کی، کبھی سیدنا یوسف علیہ السلام کی اور کبھی سیدنا عیسیٰؑ کی توہین کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا کم وبیش 25 مرتبہ اوران کی والدہ ماجدہ کا 32 مرتبہ ذکر کیا ہے بلکہ ان کی والدہ ماجدہ کے نام کی ایک سورت ''مریم'' بھی نازل فرمائی۔ ارشاد الٰہی ہے: وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ''اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں دیں اوراس کو ہم نے روح القدس سے مدد دی۔'' (البقرہ:87)

مزید تفصیل کے لیے البقرہ کی 253 اور آل عمران کی 35-63 اورالنساء کی 155-159-171-172 المائدہ کی 17-46-72-76-110-118 اسی طرح المومنون کی 50 الحدید کی 27 الزخرف کی 57-65 الصفت کی 14-6 آیت کا مطالعہ کریں، ان میں سیدنا عیسیٰ کے فضائل ومناقب بیان کیے گئے ہیں۔

مرزا قادیانی اپنی کتاب حاشیہ انجام آتھم میں عیسیٰ علیہ السلام پر جھوٹ بولنے کی عادت منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ بھی یادرہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ (حاشیہ انجام آتھم 5 مندرجہ روحانی خزائن ج 11 ص 289)

سیدنا عیسیٰؑ کے معجزاتْ کا انکار

مرزا قادیانی کہتا ہے عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی بھی معجزہ نہیں ہوا اوراس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اوران کو حرام کار اور حرام کی اولا دٹھہرایا اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا۔ (غلام احمد قادیانی، حاشیہ انجام آتھم مندرجہ روحانی خزائن ج 11 ص 290)

سیدنا عیسیٰؑ سے فضیلت کا دعوی

مرزا قادیانی ازالہ اوہام میں لکھتا ہے کہ میں سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مرگئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ (ازالہ اوہام 2 از مرزا قادیانی)

سیدنا عیسیٰؑ پر چوری کا الزام

مرزا قادیانی نے بہتان کی انتہاء کردی اور عیسیٰ علیہ السلام پر چوری کا الزام لگادیا، مرزا کہتا ہے کہ نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جوانجیل کا مغز کہلاتی ہے یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔ (انجام آتھم 6 مندرجہ روحانی خزائن ج 11 ص 290)

سیدنا عیسیٰؑ پر شراب خوری کا بھتان

مرزا لکھتا ہے کہ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے، شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ (حاشیہ کشتی نوح ص 94 مندرجہ روحانی خزائن ج 19 ص 71) مرزا مزید لکھتا ہے کہ ایک دفعہ مجھے ایک دوست نے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس کے لیے افیون مفید ہوتی ہے پس علاج کی غرض سے مضائقہ نہیں کہ افیون شروع کردی جائے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ آپ نے بڑی مہربانی کی اور ہمدردی فرمائی لیکن اگر ذیابیطس کے لیے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کرکے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح توشرابی تھا اور دوسرا افیونی۔ (نعیم دعوت ص 69 روحانی خزائن ج 19 ص 434-435)

مرزا لکھتا ہے کہ یسوع اس لیے اپنے آپ نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور یہ خراب چال چلن نہ کہ خدائی کے بعد بلکہ ابتداء سے ہی ایسا معلوم ہوتا ہے، چنانچہ خدائی کا دعویٰ شراب خوری کا ایک بدنتیجہ ہے۔ (ست بچن حاشیہ ص 172 خزائن ج 10 ص 296)

سیدنا عیسیٰؑ کے ددھیال اور ننھیال

مرزا لکھتا ہے کہ آپ (عیسیٰؑ) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ آپ کی تین دادیاں اور نانیاں زناکار تھیں اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا مگر شاید یہ بھی خدائی کے لیے ایک شرط

ہوگی ،آپ کا کنجریوں کے ساتھ میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان میں ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اسکے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگادے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔

(انجام آتھم ص 7 مندرجہ روحانی خزائن ج 11 ص 291)

سیدنا عیسیٰ پر کنجریوں کی صحبت کا بہتان

مرزا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر یوں بہتان لگاتا ہے ''لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحیٰی نبی کو اس پر فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور نہ ہی یہ سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا ہو یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا ہو یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحیٰی کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔'' (مقدمہ دافع البلاء ص 4 مندرجہ روحانی خزائن ج18 ص220)

کبھی مرزا یوں بہتان لگاتا ہے: ''یہ لوگ بار بار ملزم اور لاجواب ہو کر نیش زنی سے باز نہیں آئے اور اس شخص کو تمام عیبوں سے مبرا سمجھتے ہیں جس نے خود اقرار کیا کہ میں نیک نہیں اور جس نے شراب خوری اور قمار بازی اور کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز رکھ کر بلکہ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر حرام کمائی کا تیل ڈلوا کر اور اس کو یہ موقع دے کر کہ وہ اس کے بدن سے بدن لگادے اور اپنی تمام اُمت کو اجازت دے دی کہ ان باتوں میں کوئی بات بھی حرام نہیں۔ (انجام آتھم ص38 خزائن ج11 ص38)

مرزا قادیانی مزید کہتا ہے: ''اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہوسکتی ہے۔'' (تریاق القلوب ص 353 خزائن ج15 ص 481)

کہیں کہتا ہے: '' مجھے کہتے ہیں کہ مسیح موعود ہونے کا کیوں دعویٰ کیا مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس نبی کی کامل پیروی سے ایک شخص عیسیٰ سے بڑھ کر بھی ہوسکتا ہے اور اندھے کہتے ہیں یہ کفر ہے میں کہتا ہوں کہ تم خود ایمان سے بے نصیب ہو اور تم کیا جانتے ہو کہ کفر کیا چیز ہے ، کفر خود تمہارے اندر ہے اگر تم جانتے کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں **اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم** تو ایسا کفر منہ پر نہ لاتے۔ خدا تو تمھیں یہ ترغیب دیتا ہے کہ تم اس رسول کی کامل پیروی کی برکت سے تمام رسولوں کے متفرق کمالات اپنے اندر جمع کر سکتے ہو اور تم صرف ایک نبی کے کمالات حاصل کرنا کفر جانتے ہو۔

(چشمہ مسیحی ص16-17 مندرجہ خزائن ج20 ص354-355)

مرزا فارسی میں یوں کہتا ہے:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسیٰ کجا ست تا بہ نہد پا بہ منبرم

''یہ میں ہوں جو بشارتوں کے مطابق آیا ہوں، عیسیٰ کی کیا مجال ہے کہ وہ میرے منبر پر پاؤں رکھ سکے۔ (ازالہ اوہام ص158)

کبھی اردو شاعری میں یوں کہتا ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص20 مندرجہ روحانی خزائن ج18 ص240)

کبھی مرزا کہتا ہے: پھر جبکہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے پھر تو یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ تم مسیح بن مریم سے اپنے آپ کو افضل قرار دیتے ہو۔

(حقیقت الوحی ص155 خزائن ج22 ص159)

خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مسیح بن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا۔ (حقیقت الوحی ص148)

ویلنٹائن ڈے تاریخ کے آئینے میں

تحریر: عبدالوارث ساجد

ہر تہوار چاہے اس کا تعلق مذہب سے ہو یا ثقافت سے ہو اس کا ایک تاریخی پس منظر ہوتا ہے۔ ویلنٹائن ڈے بھی ایک پوری تاریخ رکھتا ہے مگر اس تاریخ سے قطع نظر یہ ''دن'' اب مغرب میں محبت کے اظہار، دلوں کی بے قراری کے لیے قرار اور مچلتے ہوئے جذبوں کے لیے گردوغبار کا دن بن گیا ہے۔ مغرب خاندان کے ادارے سے محروم ہو چکا ہے یہ ادارہ چونکہ خوشیوں کا اصل مرکز ہے اس ادارے کے ٹوٹنے سے مغرب کی تمام خوشیاں چند رسموں، چند تہواروں، چند دنوں اور چند ہنگاموں تک محدود ہو گئی ہیں اس کے برعکس مشرق میں خاندانی نظام قائم ہے جس کی وجہ سے ہر گھر خوشیوں کا گہوارہ بنا ہوا ہے ہر گھر میں قہقہے چھوٹتے اور خوشی کے شگوفے پھوٹتے ہیں اسی لیے ہماری تہذیب میں خاص ''خوشیوں کے دن'' بہت کم ہیں۔

مسرت بھی عبادت بھی

اسلامی تہذیب میں خوشیاں بھی عبادت میں شامل ہیں خوشیاں منانا، خوشیوں کا اہتمام کرنا، خود خوش رہنا اور دوسرے کو خوش رکھنا کسی سے ملاقات کے وقت اس سے مسکرا کر ملنا، معصوم بچوں کو دیکھ کر انھیں بے تابانہ گود میں لے لینا، ان سے محبت کرنا، شفقت سے ان کا بوسہ لینا، خوشی کے وہ مظاہر ہیں جن کے نمونے روزانہ گلیوں، بازاروں اور محلوں میں نظر آتے ہیں۔ اگرچہ اسلام میں بھی خوشیاں، جشن، تہوار، زندگی کا حصہ ہیں مگر اسلامی تہذیب نے ان خوشیوں کے آغاز کو بھی رب کی یاد، رب کی عبادت، اور سجدہ شکر سے جوڑ دیا ہے۔ اسی لیے مسلمانوں کے دو عظیم تہوار عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کا آغاز سجدہ شکر سے ہوتا ہے۔

یہ سجدہ اس بات کا اعلان ہے کہ خوشی کے اس موقع پر بھی میں نفس کے قابو میں نہیں ہوں اور اپنے رب کے دروازے پر حاضر ہوں، یہ حاضری اور حضوری اس بات کا وعدہ، اس عہد کا اعادہ اور اس یقین کا اظہار ہے کہ میں خوشی کے بے پناہ خوشے چننے کے باوجود بھی اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑوں گا، وہ کام نہ کروں گا جو میرے مالک کو ناپسند ہے یہ عہد و پیمان ہماری خوشیوں، تہواروں اور نئے موسموں میں متانت، سنجیدگی، بردباری اور میانہ روی کے رنگ گھولتا ہے۔

اصلی اور نقلی خوشی

اچھے دنوں میں اچھے لوگوں کو یاد کرنا، ان لوگوں کو یاد کرنا جن سے درد کے رشتے بندھے ہوئے ہیں، ان دنوں کو یاد کرنا جن کی یاد دل کو بے چین کر دیتی ہے اور ان چہروں کو یاد کرنا جن سے مل کر دل کی کلی کھل جاتی ہے۔ ان رفیقوں، ساتھیوں اور ہم سفروں کو یاد کرنا جن کی یادوں کے عکس آج بھی موسم بہار کے گلاب کی طرح تازہ ہیں اور ان پر شبنم کے موتی اس طرح چمک رہے ہیں جس طرح بہار کی پہلی صبح فاختہ کی چونچ کے اوپر شبنم کا موتی ٹھہر گیا ہو اور صرف تتلی کو چمکتا ہوا نظر آ رہا ہو۔ خوشیاں کون نہیں مناتا اور یہ کسے اچھی نہیں لگتیں جب ہر سو خوشی کا عالم ہو تو ایسا منظر کس کو برا لگتا ہے مگر مسرت اور بے حیائی، شوخی اور پھکڑ پن، خوشی اور بازاری پن میں بے پناہ فاصلہ ہے۔ جذبات کے اظہار کا مطلب یہ تو نہیں کہ دوسرے کے جذبات مشتعل اور مجروح کر دیے جائیں۔ سرمستی اور سرشاری میں بہت فاصلہ ہے ان فاصلوں کو برقرار رکھنا ہی تہذیب کا حسن اور تمدن کا کمال ہے زندگی نہ بھڑک اٹھنے کا نام، اور نہ بجھ جانے کا، بلکہ سلگتے رہنے کا نام ہے۔

عریانی کا خود کاشتہ پودا

ویلنٹائن ڈے کے موقع پر اخبارات میں نوجوانوں، بوڑھوں اور بچوں کے جو جذبات شائع ہوتے ہیں ان پیغامات میں ہماری اقدار

بدلتے ہوئے معاشرتی رویے، فرد کی بے چارگی، رسم ورواج کے نام پر فطری جذبات کو کچلنے کی روایت، زندگی کو زندگی کے بجائے قید خانے میں تبدیل کرنے کا عمل، قربتوں، فاصلوں، وصال وہجر کے موسموں کی کہانیاں ملنے اور بچھڑنے، بچھڑ کر ہمیشہ کے لیے بچھڑ جانے کی کہانی، ٹوٹے ہوئے دلوں کے نغمے، روتی ہوئی آنکھوں کے آنسو، غرض دنیا بھر کے سلسلے ان پیغامات میں موجیں مار رہے ہوتے ہیں ان پیغامات پر مشتعل ہونے کی بجائے ہمیں اپنی معاشرت، معاشرے اور معاشرتی رویوں کا بغور جائزہ لینا ہوگا۔ محبت بذات خود جرم ہے نہ محبت کا اظہار مگر اس محبت کو نکاح کے روحانی اور نورانی پیکر میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ویلنٹائن ڈے خوشی کے نام پر ایک ایسا درخت ہے جسے فحاشی وعریانی کے جلو میں مغربی تہذیب نے سینچا ہے اسے مشرق کی سرزمین میں جگہ دینا اپنی تہذیب وثقافت پر عدم اعتماد کی علامت ہے۔ مشرقی اور اسلامی تہذیب کے پاس خوشیوں کے اور بہت سے دن ہیں اس مانگے تانگے کی ثقافت کی کیا ضرورت جس کے وجود سے مغرب کی برہنہ تہذیب امڈتی چلی آتی ہے۔ آیئے! اب ویلنٹائن ڈے کی تاریخ کی طرف چلتے ہیں۔

بے شرمی کی تاریخ

ایک عیسائی صوفی ''ویلنٹائن'' کے حوالے سے منایا جانے والا یہ دن اس ''یوم'' کی تاریخ، تہوار، رسوم ورواج، تحریف در تحریف کے عمل سے گزر کر تاریخ میں ایسے شرمناک شکل اختیار کر چکا ہے جس کی عملی، عقلی فکری بنیادیں ابھی تک مغرب تلاش کر رہا ہے، ''ویلنٹائن ڈے'' کی تاریخ ہمیں یہ روایات کے انبار تلے دبی ملتی ہے۔ مغربی لوگوں نے اپنے سفلی جذبات کی تسکین کے لیے سینٹ ویلنٹائن کے حوالے سے کیا کچھ تخلیق کیا اس کی ہلکی سی جھلک مندرجہ ذیل روایتوں میں بیان ہوئی ہے جس کا مطالعہ مغربی تہذیب میں بے حیائی، بے شرمی کی تاریخ کے آغاز کا اشارہ دیتا ہے روایتوں کے مطابق۔

محبت کا دیوتا، حسن کی دیوی

''ویلنٹائن ڈے'' 14 فروری کو پوری دنیا میں یوم محبت کے طور پر منایا جاتا ہے اس کے آغاز کے بارے میں مختلف روایات مشہور ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ وہ دن ہے جب سینٹ ویلنٹائن نے روزہ رکھا تھا اور لوگوں نے اسے محبت کا دیوتا مان کر یہ دن اسی کے نام کر دیا۔ کئی لوگ اسے کیوپڈ (محبت کے دیوتا) اور وینس (حسن کی دیوی) سے موسوم کرتے ہیں جو کیوپڈ کی ماں تھی۔ یہ لوگ کیوپڈ کو ویلنٹائن ڈے کا مرکزی کردار کہتے ہیں جو اپنی محبت کے زہر میں بجھے تیر نوجوان دلوں پر چلا کر انھیں گھائل کرتا تھا تاریخی شواہد کے مطابق ویلنٹائن کے آغاز کے آثار قدیم رومن تہذیب کے عروج کے زمانے سے چلے آرہے ہیں۔

ملکہ رومن کی یاد میں 14 فروری کی چھٹی

14 فروری کا دن وہاں رومن دیوی دیوتاؤں کی ملکہ جونو کے اعزاز میں یوم تعطیل کے طور پر منایا جاتا تھا۔ اہل روم ملکہ جونو کو صنف نازک اور شادی کی دیوی کے نام سے موسوم کرتے تھے جبکہ 15 فروری ''لیو پرکس'' دیوتا کا دن مشہور تھا اور اس دن اہل روم جشن زرخیزی مناتے تھے۔ اس موقع پر وہ پورے روم میں رنگارنگ میلوں کا اہتمام کرتے تھے اور جشن کی سب سے مشہور چیز نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے نام نکالنے کی رسم تھی، ہوتا یوں تھا کہ اس رسم میں لڑکیوں کے نام لکھ کر ایک برتن میں ڈال دیے جاتے اور وہاں موجود نوجوان اس میں سے باری باری پرچی نکالتے اور پھر پرچی پر جس لڑکی کا نام لکھا ہوتا تھا وہ تا جشن کے اختتام تک اس نوجوان کی ساتھی بن جاتی۔

خفیہ شادیاں

ایک دوسری روایت کے مطابق شہنشاہ کلاڈیس دوم کے عہد میں روم کی سرزمین مسلسل جنگوں کی وجہ سے کشت وخون اور جنگوں کا مرکز بنی رہی اور یہ عالم ہوا کہ ایک وقت کلاڈیس کی اپنی فوج کے لیے مردوں کی بہت کم تعداد آئی جس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ روم کے نوجوان اپنی بیویوں اور ہم سفروں کو چھوڑ کر پردیس لڑنے کے لیے جانا پسند نہ کرتے تھے اس کے شہنشاہ کلاڈیس نے یہ حل نکالا کہ ایک خاص عرصے کے لیے شادیوں پر پابندی عائد کردی تا کہ نوجوانوں کو فوج میں آنے کے لیے آمادہ کیا جائے

اس موقع پر سینٹ ویلنٹائن نے سینٹ ماربس کے ساتھ مل کر خفیہ طور پر نوجوان جوڑوں کی شادی کروانے کا اہتمام کیا، ان کا یہ کام چھپ نہ سکا اور شہنشاہ کلاڈیس کے حکم پر سینٹ ویلنٹائن کو گرفتار کر لیا گیا اور اذیتیں دے کر 14 فروری 270ء کو بعض روایتوں کے مطابق 269ء میں قتل کر دیا گیا۔ اس طرح 14 فروری ملکہ جونو، جشن زرخیزی اور سینٹ ویلنٹائن کی موت کے باعث اہل روم کے لیے معتبر و محترم دن قرار پایا۔

ایک اور ویلنٹائن

سینٹ ویلنٹائن نام کا ایک معتبر شخص برطانیہ میں بھی تھا۔ یہ بشپ آف ٹیرنی تھا جسے عیسائیت پر ایمان کے جرم میں 14 فروری 269ء کو پھانسی دے دی گئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ قید کے دوران بشپ کو جیلر کی بیٹی سے محبت ہو گئی اور وہ اسے محبت بھرے خطوط لکھا کرتا تھا اس مذہبی شخصیت کے ان محبت بھرے کارناموں کو ''ویلنٹائن'' کہا جاتا ہے۔ چوتھی صدی عیسوی تک اس دن کو تعزیتی انداز میں منایا جاتا تھا لیکن رفتہ رفتہ اس دن کی محبت کو یادگار کا رتبہ حاصل ہو گیا اور برطانیہ میں اپنے منتخب محبوب اور محبوبہ کو اس دن محبت بھرے خطوط، پیغامات کارڈز اور سرخ گلاب بھیجنے کا رواج پا گیا۔

محبت کی چابی

برطانیہ سے رواج پانے والے اس دن کو بعد میں امریکہ اور جرمنی میں بھی منایا جانے لگا تاہم جرمنی میں دوسری جنگ عظیم تک یہ دن منانے کی روایت نہیں تھی برطانوی کاؤنٹی ریلز میں لکڑی کے چمچ 14 فروری کو تحفے کے طور پر دیے جانے کے لیے تراشے جاتے اور خوبصورتی کے لیے ان کے اوپر دل اور چابیاں لگائی جاتی تھیں جو تحفہ وصول کرنے والے کے لیے اس بات کا اشارہ ہوتیں کہ ''تم میرے بند دل کو اپنی محبت کی چابی سے کھول سکتے ہو''

توہمات

کچھ لوگ اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ ویلنٹائن ڈے کو اگر کوئی چڑیا کسی عورت کے سر پر سے گزر جائے تو اس کی شادی ملاح سے ہوتی اور اگر عورت کوئی چڑیا دیکھ لے تو اس کی شادی کسی غریب آدمی سے ہوتی ہے جبکہ زندگی بھی خوش گوار گزرے گی اور اگر عورت ویلنٹائن ڈے پر کسی سنہرے پرندے کو دیکھ لے تو اس کی شادی کسی امیر کبیر شخص سے ہوگی اور زندگی ناخوش گوار گزرے گی۔

امریکہ میں روایت مشہور ہے کہ ''14 فروری کو وہ لڑکے اور لڑکیاں جو آپس میں شادی کرنا چاہتے ہیں سٹیم ہاؤس جا کر ڈانس کریں اور ایک دوسرے کے نام دہرائیں جونہی رقص کا عمل ختم ہوگا اور جو آخری نام ان کے لبوں پر ہوگا اس سے ہی اس کی شادی قرار پائے گی۔''

سیب اور بچے

زمانہ قدیم سے مغربی ممالک میں یہ دلچسپ روایت بھی زبان زدعام ہے کہ اگر آپ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ یہ جان سکیں کہ آپ کی کتنی اولاد ہوگی تو ویلنٹائن ڈے پر ایک سیب درمیان سے کاٹیں۔ پھر کٹے ہوئے سیب کے آدھے حصے پر جتنے بیج ہوں گے اتنے ہی آپ کے بچے پیدا ہوں گے۔ جاپان میں خواتین ویلنٹائن ڈے پر اپنے جاننے والے تمام مردوں کو تحائف پیش کرتی ہیں۔ اٹلی میں غیر شادی شدہ خواتین سورج نکلنے سے پہلے کھڑکی میں کھڑی ہو جاتی ہیں اور جو پہلا مرد ان کے سامنے سے گزرتا ہے ان کے عقیدے کے مطابق وہ ان کا ہونے والا خاوند ہوتا ہے۔ جبکہ ڈنمارک میں برف کے قطرے محبوب کو بھیجے جاتے ہیں۔

ویلنٹائن ڈے کارڈ کا آغاز

تحریری طور پر ویلنٹائن کی مبارکباد دینے کا رواج 14 ویں صدی میں ہوا۔ ابتدا میں رنگین کاغذوں پر واٹر کلر اور رنگین روشنائی سے کام لیا جاتا تھا جس کی مشہور اقسام کروسنک ویلنٹائن، کٹ آؤٹ اور پرل پرس ویلنٹائن کارخانوں میں بننے لگے۔ 19 ویں صدی کے آغاز پر ویلنٹائن کارڈ بھیجنے کی روایت باقاعدہ طور پر بڑی جواب تک مستقل حیثیت اختیار کر چکی ہے۔

ناکامیوں اور محرمیوں سے دوچار لوگ

ان روایتوں کے سرسری مطالعے سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ لوگوں نے اپنی خوابیدہ تمناؤں کو لفظوں کے کوزے میں کفنا دیا ہے۔ انسانی

جذبات کی ناکامیاں، محرومیاں زندگی کے اداس لمحے، کچلی ہوئی خواہشات، دبے ہوئے ارمان، جنھیں معاشرے کی غلط رسوم ورواج کے باعث فطری نشوونما، ارتقاء اور اظہار کا موقع نہیں ملا، اس معاشرے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ''ویلنٹائن ڈے'' کے پیرہن میں اپنی تمام شرارتیں لے کر سما گئے ہیں۔ جن معاشروں میں انسانی جذبات کا احترام نہ ہو، انسان کے فطری مطالبات کو شائستہ اور شریفانہ طریقے سے پورا کرنے کا کوئی نظام نہ ہو اور زندگی میں حرکت، حرارت، مسرت اور خوشیاں چند مخصوص لوگوں کا مقدر بن جائیں تو بغاوت مذہبی شخصیات کے مقدس ایام کے لبادے میں اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ ''سینٹ ویلنٹائن'' بھی اپنے نام پر ہونے والے دن ان جرائم کا تصور کر کے ہی لرزہ براندام ہوگا۔

برطانوی جریدے ''اکانومسٹ'' کی رپورٹ کے مطابق اس مرتبہ ایک دوسرے سے انس اور یگانگت کے لیے حصص کی خریداری زوروں پر ہے، انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کے ایک سروے کے مطابق ستالیس فی صد عورتیں اور اڑتالیس فیصد مرد ایک دوسرے کو حصص کے تحفے دے رہے ہیں

وہ تو محبت سے ہی ناآشنا تھے

رپورٹ کے مطابق ویلنٹائن نام کے تین سینٹ ہوگزرے ہیں ان تینوں میں سے دو کے تیسری صدی عیسوی میں سرقلم کردیئے گئے تھے۔ ان میں سے کسی کا تعلق ایسی کسی تقریب سے نہ تھا اور نہ ہی ان میں سے کوئی دنیاوی محبت کے جذبے سے ہی آشنا تھا۔ ''اکانومسٹ'' کی رپورٹ کے مطابق ویلنٹائن ڈے بہار کی آمد آمد پر پرندوں کی مسرت کے اظہار کی علامت ہے۔

انگریزی میں ویلنٹائن پر سب سے پہلی نظم چوسر نے (1382ء میں) ''پارلیمنٹ آف فاؤلز'' کے زیرعنوان لکھی تھی۔ اس میں انسانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی جنس تبدیل کرنے کے لیے کسی نہ کسی پرندے کا انتخاب کریں۔ علم الانسان کے کئی ماہرین کے خیال میں یہ دن سردی کے خاتمے پر منایا جاتا تھا اور لوگ بکرے کی کھال اوڑھ کر ہر اس عورت پر پل پڑتے تھے جو انھیں نظر آتی تھی۔

عیسائی صوفیوں کا دن

''اکانومسٹ'' اس رپورٹ سے یہ سوچتے کہ کیا یوم ویلنٹائن ایک مقدس دن کے طور پر طلوع ہوتا ہے وہ تین عیسائی صوفی جن کا نام ویلنٹائن تھا اپنے دین پر چلنے کے جرم میں قتل کردیئے گئے ان کی قربانی کیا اس دن کے لیے تھی کہ عیسائی اور مغربی دنیا ان کے لہو سے اپنے دلوں کی جلن کو مٹا ڈالے۔

مغربی تاریخ میں قرون وسطی کی ایک اور تقریب سینٹ اوسوالڈ کے نام سے موسوم ہے۔ اس روز 29 فروری کو ہر چار سال بعد لیپ کے سال کے موقع پر عورتیں کھل کر سامنے آتی ہیں۔ اگر لیپ کا سال نہ ہو اور فروری کا مہینہ 28 تاریخ کو ختم ہونے والا ہو تو وہ رومن کیتھولک چرچ میں جا کر سینٹ اوسوالڈ کی یاد میں عبادت کرتی ہیں۔ ایک اور دن سینٹ جارج کی یاد میں 23 اپریل کو منایا جاتا ہے جو شیکسپیئر کا یوم پیدائش بھی ہے اور اس روز گلابوں اور کتابوں کے تحفے دیے جاتے ہیں۔

بکری اور کتے کی قربانی

ویلنٹائن ڈے چودہ فروری کو کیوں منایا جاتا ہے؟ مؤرخین اس کی دو وجوہ بیان کرتے ہیں کہ فروری کا وسط اہل روم کے لیے زمانہ قدیم سے متبرک سمجھا جاتا تھا۔ چودہ فروری کو رومی موسم سرما اور گرما کا عین درمیان سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ دو موسموں کے ملاپ کا دن ہے، اس دن اہل روم گھروں کو خصوصی طور پر صاف کرتے تھے پورے گھر میں نمک اور خاص قسم کی گندم، جسے ''سپلٹ'' کہا جاتا تھا بکھیر دیتے تھے، گھروں میں خوشبودار اگربتیوں کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ اہل روم کا کہنا تھا کہ یہ زراعت کے دیوتا ''FAUNUS'' کا دن ہے۔ اہل شہر اس دن ''FAUNUS'' کے مقدس غار کے گرد جمع ہوجاتے۔

پادری مقدس دعائیں پڑھتے اور اس کے بعد ایک بکری کی قربانی اچھی فصلوں اور ایک کتا روحانی درجات بلند کرنے کے لیے قربان کیا جاتا۔ اس رسم کے بعد جوان لڑکے بکری کا سر باریک باریک کاٹ دیتے،

ان ٹکڑوں کو رسیوں سے باندھتے اور پھر انھیں بکرے اور کتے کے خون میں ڈبوتے، اس خون کو وہ مقدس خون کہتے تھے بعد ازاں وہ ان رسیوں کو لے کر شہر اور کھیتوں میں پھرتے تھے۔ روم کی خواتین ان رسیوں سے اپنے بدن کو مس کرتی تھیں۔

اہل روم کا خیال تھا کہ یہ رسیاں شہر میں گھمانے سے شہر میں خوشحالی آئے گی، کھیتوں میں لے جانے سے فصلیں اچھی ہوں گی اور خواتین کو مس کرنے سے خواتین کے ہاں اچھی صحت مند اور پاک باز اولاد پیدا ہوگی، یہ روم کا قدیم تہوار تھا۔

مورخین کا کہنا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ تہوار بدلتا رہا یہاں تک کہ ویلنٹائن کا واقعہ پیش آیا اور اس تہوار نے ''ویلنٹائن ڈے'' کی شکل اختیار کر لی۔ ویلنٹائن ڈے کی مناسبت سے ایک اور دل چسپ حقیقت بھی بیان کی جاتی ہے۔

جنسی اختلاط کا دن

پندرہ فروری سے دنیا بھر میں پرندوں کے جنسی اختلاط کے دن شروع ہوتے ہیں۔ یہ وہ دن ہوتے ہیں جن میں نر اور مادہ پرندے ملاپ کرتے ہیں، انڈے دیتے ہیں اور پھر پرندوں کی مادہ ان انڈوں پر بیٹھ جاتی ہیں۔ انگریزی میں اس موسم کو ''میٹنگ سیزن'' کہا جاتا ہے۔ ٹھیک اس موسم میں ویلنٹائن ڈے منانے کی ایک وجہ یہ حقیقت بھی ہے۔ مورخین یہ کہتے ہیں کہ ویلنٹائن کہا کرتا تھا ''جس موسم میں پرندے آپس میں ملتے ہیں اس میں انسان ایک دوسرے سے کیوں دور رہیں......؟!!''

لہٰذا اس نے روم کے نوجوانوں کی شادیاں اس میں شروع کرائیں پہلا ویلنٹائن ڈے 207ء میں منایا گیا۔ بعد از یورپ میں یہ تہوار تو منایا جاتا رہا لیکن زیادہ شہرت نہ پا سکا۔ 1414ء میں ''ایگن کوٹ'' کے مقام پر جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں ڈیوک آف آرینز کی بیوی گرفتار ہوگئی۔ ملکہ کو ٹاور آف لندن میں قید کر دیا گیا۔

فروری 1415ء کو ڈیوک نے اپنی بیوی کے نام ویلنٹائن ڈے کی مناسبت سے ایک نظم لکھی۔ یہ نظم کارڈ پر لکھوائی اور یہ کارڈ ٹاور آف لندن بھجوا دیا۔ یہ دنیا میں ویلنٹائن ڈے کا پہلا کارڈ تھا۔ بعد ازاں برطانیہ کے بادشاہ ایڈورڈ ہفتم نے اس نظم کی موسیقی تیار کروائی، یہ موسیقی برطانیہ کے موسیقار جان لیڈگیٹ نے ترتیب دی تھی۔ یہ ویلنٹائن ڈے کا گیت تھا۔ ملکہ وکٹوریہ نے ویلنٹائن ڈے پر کارڈ تقسیم کرنے شروع کیے۔ ملکہ ہر سال فروری کے دوسرے ہفتے کے آخری دن موسیقی اور خوشبودار کارڈ اپنے عزیز واقارب کو بھجواتی تھی۔ ملکہ کی پیروی میں دوسرے عمائدین نے بھی کارڈ بنوانے اور تقسیم کرنے شروع کر دیے، یوں ویلنٹائن ڈے پر کارڈ بھجوانے کی رسم شروع ہوگئی۔

بھیڑ کی کھال میں لڑکیاں

ویلنٹائن ڈے کے اس پس منظر سے آگاہی کے بعد یہ کہنا مشکل نہیں کہ یہ ایک مکمل عیسائی اور مغربی تہوار ہے اور اس تہوار کی کم از کم ساٹھ مختلف قسمیں ہیں جن میں بے راہ روی کا سبق مشترک ہے اس کے پانچ سو سال پہلے مذہب سے بے زار لوگوں نے ایک ایسی رسم کی داغ بیل ڈالی جو ان کے نزدیک مقدس اور ان کی نفسیاتی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بھی ہے۔ مقدس اس لیے کہ اہل روم اپنے دیوتا لیو پر کس کو خوش کرنے کے لیے ایک رسم ادا کرتے تھے۔ اس رسم میں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اپنا ساتھی چنا کرتے تھے طریقہ کار یہ ہوتا کہ لڑکیاں بھیڑ کی کھال میں خود کو چھپا لیتی تھیں لڑکے باری باری آتے بیر کی چھڑی سے لڑکی کی پشت پر ہلکی سی ضرب لگاتے، ضرب لگنے پر اگر لڑکی اپنی جگہ چھوڑ دیتی تو لڑکا اسے لے کر چلا جاتا اور اگر لڑکی جگہ نہ چھوڑتی تو لڑکا آگے بڑھ جاتا۔ یہ رسم اس وقت ختم ہوتی جب آخری لڑکی بھی اپنی جگہ چھوڑ دیتی اس دن کو ''یوم محبت'' اور رسم کو ''سینٹ ویلنٹائن ڈے'' کا نام دیا گیا۔

زانی پادری

روم کے جیل خانے میں ایک ایسے شخص کو مقید کر دیا گیا جو راتوں کو لوگوں کے گھروں میں گھس کر عورتوں کے ساتھ زیادتی کیا کرتا تھا اس قیدی کا نام پادری سینٹ ویلنٹائن ڈے تھا۔ جس کے نام سے اس تہوار کو منسوب کر کے شہرت دی گئی جس جیل میں اسے قیدی بنا کر رکھا گیا تھا، اس

جیل کے داروغہ کی بیٹی اپنے والد کو روزانہ کھانا دینے جیل آیا کرتی تھی۔ پادری نے کسی طریقے سے اس لڑکی کو اپنی طرف مائل کرلیا جس کے نتیجے میں اسے جیل سے رہائی نصیب ہوئی۔اس نے کچھ عرصہ داروغہ کی بیٹی کے ساتھ گزارا اور ایک دن اسے چھوڑ کر ایسا غائب ہوا کہ کچھ سراغ نہ ملا۔

ان رسموں میں سے کسی رسم کا اطلاق ٹھیک طرح سے سینٹ ویلنٹائن ڈے پر ہوتا ہے۔اس کے بارے میں کوئی رہنمائی نہیں ملتی۔ یورپ کے بعض ملکوں نے اس تہوار میں بڑھتی ہوئی فحاشی کو دیکھ کر اس تہوار پر مکمل پابندی عائد کردی تھی بلکہ ریاستی طاقت کے ذریعے اسے بالکل ختم کردیا تھا مگر برطانیہ کے بادشاہ چارلس دوئم نے نہ صرف اس تہوار کو دوبارہ شروع کیا تھا بلکہ اس کی سرپرستی بھی کی۔

دولت کمانے کا ذریعہ

یورپ کے بعد جب یہ تہوار امریکا پہنچا تو امریکی تاجروں نے اسے دولت کمانے کا بہترین ذریعہ بنالیا۔اس تہوار کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے انہوں نے اس میں طرح طرح کے رنگ بھرنے شروع کیے لوگوں کی دلچسپی جب اس تہوار میں بڑھنے لگی تو ان تاجروں نے بھرپور طریقے سے مالی فوائد سمیٹنے شروع کردیے۔

(جاری ہے)

ضرورت امام وخطیب

گاؤں چندر کے منگولے میں پنجاب امام و خطیب کی ضرورت ہے۔خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔(رابطہ:احسان اللہ 0345-1017073)

بقیہ: درس حدیث

''ایک آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو معاف نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کون ہے جو مجھ پر اس بات کی قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں شخص کو نہیں بخشوں گا بیشک میں نے اس کو معاف کردیا اور میں نے تیرے عمل برباد کردیے۔'' (مسلم کتاب البر والصلة باب النھی عن تقنیط الانسان من رحمة اللہ ج 8 جزء 16 ص 149 رقم الحدیث: 2621)

بعض لوگ اپنی عبادت زہد اور تقویٰ پر فخر کرتے ہوئے دوسرے لوگوں کو حقیر سمجھ کر انھیں جہنمی قرار دے دیتے ہیں اور ایسا فعل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو قطعاً پسند نہیں کیونکہ اس میں تکبر اللہ کی توہین کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔حالانکہ عبادت فی نفسہ انسان کو عجز و تواضع کی تعلیم دیتی ہے لہٰذا کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ فخر و تکبر میں مبتلا ہو کر دوسرے انسانوں کی عزت نفس کو مجروح کرے کیونکہ یہی چیز (تکبر) انسانی معاشرے میں بگاڑ کا سبب بنتی ہے،اس کے برعکس اگر معاشرہ عجز و انکساری پر مشتمل ہو تو وہ ایک مثالی معاشرہ ہوگا۔

سانحہ ارتحال

مرکزی جمعیت اہلحدیث شہر اوکاڑا کے سابق امیر چوہدری عبدالحق 21 جنوری شام 5 بجے 91 سال عمر پاکر مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے ہیں اناللہ وانا الیہ راجعون۔22 جنوری صبح 10 بجے ان کی نماز جنازہ ان کے قریبی دوست وساتھی مولانا محمد حسین ظاہری نے پڑھائی، نماز جنازہ میں شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید راشد،مولانا عبداللہ اصغر،مولانا عبدالرحمن گوہڑوی،مولانا عبدالغفار مدنی،ڈاکٹر زعیم الدین لکھوی، حافظ عبدالسمیع اوکاڑوی،محمد طاہر شیخ اور دارالحدیث کے اساتذہ وطلباء سمیت دیگر مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے افراد نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مرحوم دارالحدیث کے بانیوں میں سے تھے،عرصہ دراز تک مرکزی جمعیت اہلحدیث شہر اوکاڑا کے امیر رہے۔علماء وطلباء سے محبت رکھتے اور ان کی حسب استطاعت خدمت بھی کرتے تھے۔بالخصوص شیخ العجم والعرب پیر بدیع الدین راشدیؒ کے بہت عقیدت مند تھے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان ضیاء الحق،وقار احمد اور ایک بیٹی ودیگر عزیز واقارب کو صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔آمین

(شریک غم: عبداللہ یوسف ناظم دارالحدیث اوکاڑا 0312-4403173)

پروفیسر حافظ مسعود احمد روپڑیؒ

عبدالرشید عراقی

حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کے چار بیٹے تھے۔ پروفیسر حافظ مسعود احمد روپڑیؒ، حافظ محمد جاوید روپڑیؒ، پروفیسر محمود احمد روپڑیؒ اور محمد حامد روپڑیؒ۔ پروفیسر حافظ مسعود احمد روپڑیؒ حضرت العلام کے فرزند اکبر تھے انھوں نے دینی تعلیم کا آغاز حفظ قرآن مجید سے کیا اور اس کے بعد دینیات کی تعلیم اپنے والد محترم حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ سے حاصل کی۔ آپ نے عربی اور اسلامیات میں ڈبل ایم اے کر رکھا تھا۔ فراغت تعلیم کے بعد ذریعہ معاش کے لیے تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ حضرت العلام محدث روپڑیؒ نے دین اسلام کی نشر و اشاعت اور قرآن و حدیث کی تعلیم و تدریس کے لیے جامع القدس اہلحدیث چوک دالگراں لاہور میں جامعہ اہلحدیث کے نام سے ایک دینی درسگاہ قائم کی۔ حافظ مسعود احمدؒ اس درسگاہ کے متعلق تمام امور کو سنبھالے ہوئے تھے یعنی مدرسہ کے اخراجات کا حساب اور طلباء کی خوراک وغیرہ کا انتظام انھی کے ذمہ تھا اور آپ بڑی خوش اسلوبی سے یہ تمام امور سرانجام دیتے تھے۔

حافظ مسعود احمد روپڑیؒ کا ادبی ذوق بہت عمدہ تھا۔ شعر سخن سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے اور اس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ اپنے اشعار کتابی صورت میں شائع کرنے کا پروگرام بنایا اور ان کی ترتیب وغیرہ کر رکھی تھی لیکن بعض وجوہات کی بناء پر اس کو کتابی صورت میں شائع نہ کر سکے۔

حافظ مسعود احمد روپڑیؒ نے دوسری کتاب روپڑی خاندان کے نام سے مرتب کی تھی جس میں روپڑی خاندان کی مکمل تاریخ کے علاوہ روپڑی علمائے کرام کی دینی، مذہبی، علمی، قومی و ملی اور سیاسی خدمات کا تفصیل سے ذکر کیا تھا۔ کتاب مکمل ہو چکی تھی لیکن اس کو شائع کرنے سے پہلے ہی اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ حافظ مسعود احمد روپڑیؒ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام سلمان ہے، آج کل وہ کینیڈا میں اپنا کاروبار کرتا ہے

حافظ مسعود احمد روپڑی مرحوم ایک جلیل القدر عالم دین اور عظیم مدرس و مصنف کے لخت جگر تھے۔ اپنے عظیم باپ کی طرح اعلیٰ صفات کے مالک، پابند صوم و صلوٰۃ، سنجیدہ مگر سرگرم و فعال، انتہائی منکسر المزاج، ذہین و دوراندیش اور تعمیری فکر رکھنے والے انسان تھے۔ سننے میں آیا ہے کہ حافظ مسعود احمد روپڑی مرحوم بڑے مہمان نواز تھے۔ کوئی عالم دین یا کوئی عام آدمی حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حافظ مسعود احمد روپڑیؒ بڑی خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرتے، حضرت محدث روپڑیؒ سے ملاقات کراتے اور اس کی اچھی مہمان نوازی کرتے تھے۔

حافظ مسعود احمد روپڑیؒ کے بارے میں سنا ہے کہ ان کو بڑے عالم دین اور مفتی کی صحبت نے انھیں اوصاف حمیدہ کا مالک بنا دیا تھا ان کے مزاج میں رعونت، اکڑفوں، خودستائی اور شیخی نہیں تھی۔ محبت، اخوت، اخلاق شرافت، دوستی، وضع داری، رواداری، تقویٰ و طہارت اور خوش مذاقی ان کے کردار کے خاص اوصاف اور نمایاں جوہر تھے۔ حافظ مسعود احمد روپڑیؒ نے تقریباً 2000ء کو لاہور میں وفات پائی اناللہ وانا الیہ راجعون۔

"خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں"

دعائے مغفرت

گذشتہ دنوں برادرم احسان الٰہی صاحب کی والدہ محترمہ مختصر علالت کے بعد قضائے الٰہی سے انتقال کر گئی ہیں اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی نماز جنازہ حافظ محمد طارق عزیز میر محمدی حفظہ اللہ نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں اہل علاقہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ قارئین کرام دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ محترمہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

(دعا گو: نعیم عظیم بھٹی)

اِسلام اور ریاست

محمد حنیف جالندھری

قرآن کریم کی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 208 میں اللہ رب العزت کی طرف سے اعلان ہوا: ''اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔'' اس ارشاد ربانی کا واضح اور دوٹوک مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم کا اپنے ماننے والوں سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ مسجد سے لے کر بازار اور میدان کارزار تک طریق عبادت سے لے کر انٹرنیٹ اور ہوائی جہاز کے استعمال تک، غسل، وضو اور طہارت وغیرہ کے جزوی مسائل سے لے کر اجتماعیات، معاشیات، سیاسیات اور بین الاقوامی تعلقات کے بڑے سے بڑے مسائل تک قرآن اور اسلام سے راہنمائی حاصل کریں اور اس کے طے کردہ خطوط کے مطابق زندگی گزاریں۔ مذہب کی دنیا سیاست و ریاست کی دنیا سے بالکل الگ تھلگ ہے اور مذہب خدا اور بندے کے درمیان انفرادی تعلق کا نام ہے یہ خیال حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی لوگوں کے ذہن میں موجود تھا اور آج بھی بعض لوگ اپنی مصلحتوں کے تحت اس سوچ کو عام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ملک کے معروف قومی اخبار روزنامہ ''جنگ'' میں ''اسلام اور ریاست ایک جوابی بیانیہ'' کے عنوان سے ایک صاحب قلم دانشور نے مفصل مضمون تحریر فرمایا جس کا حاصل یہ ہے: ''یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ ریاست کا بھی کوئی مذہب ہوتا ہے اور اس کو بھی کسی قرارداد مقاصد کے ذریعے سے مسلمان کرنے اور آئینی طور پر اس کا پابند بنانے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس میں قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔''

(روزنامہ جنگ 22 جنوری 2015ء)

ملک کے ممتاز عالم دین مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے اس طویل مضمون میں پائے جانے والے تضادات اور اشکالات کا نہایت مدلل، واضح اور اختصار و جامعیت کے ساتھ عالمانہ جواب دیا ہے۔ (روزنامہ جنگ 22 جنوری 2015ء) حقیقت یہ ہے کہ اس جواب کے بعد کسی مزید توضیح کی ضرورت یا کوئی تشنگی محسوس نہیں ہوتی تاہم مولانا محمد تقی عثمانی کے فاضلانہ جواب کے بعد یہ طالب علمانہ تحریر محض اس لیے ہے کہ اگر کوئی عام قاری مذکورہ بالا پُر مغز مضمون کو کما حقہ نہیں سمجھ سکا تو وہ حضرت ہی کی بات کو قدرے عام فہم انداز میں سمجھ لے، چنانچہ گزارش ہے کہ جس طرح زمین و آسمان کا خالق ایک ہے اسی طرح مذہبی و سیاسی اقتدار کا سرچشمہ بھی اسی کی ذات ہے فیصلہ کرنے اور فرمانروائی کا حق خالق کائنات کے سوا کسی کا نہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ان الحکم الا للہ (یوسف:4) حکم نہیں ہے مگر صرف اللہ کے لیے۔ ارشاد ہوا کہ الا لہ الخلق والامر (الاعراف:54) خبردار پیدا بھی اللہ نے کیا ہے اور حکم بھی اسی کا چلے گا حتیٰ کہ جو حکمران اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں ان کے بارے میں فرمایا گیا: ''اور جو لوگ فیصلہ نہ کریں اس قانون کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا ہے تو ایسے لوگ ظالم، فاسق اور کافر ہیں۔ (المائدہ:44)

مذہب اور ریاست کی وحدت کے سلسلے میں ہمیں سیرت نبویؐ کا ایک ایسا واقعہ ملتا ہے جو اس بات کی قطعی وضاحت کر دیتا ہے کہ مذہب و سیاست یا اسلام اور ریاست میں کوئی مغایرت نہیں دونوں ایک سکے کے دو رُخ ہیں انہیں الگ الگ دائروں میں تقسیم کرنا دراصل اسلام میں اباحیت و خود پسندی اور بے عملی کا دروازہ کھولنا ہے۔

سیرت ابن ہشامؒ کے مطابق قبیلہ بنو عامر کا سردار بحیرہ بن فراس حضور ﷺ کی دعوت و تحریک کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور اس کی دُور رس نگاہوں نے تاڑ لیا کہ اسلامی انقلاب کی یہ تحریک جس رخ اور نہج پر چل رہی ہے اس کی وسعت اور کامیابی یقینی ہے اور یہ کامیابی ہمہ گیر اور ہمہ جہت ہوگی اس سے معاشرے کے تمام پیمانے اور معیار بدل جائیں گے چنانچہ اس نے آنحضرت ﷺ سے سودے بازی کی کوشش کی اور ''کچھ لو اور کچھ دو'' کے اصول پر بات کرنی چاہی۔ اس نے کہا: ''جب آپ کو اپنے مخالفین پر فوقیت اور قبضہ حاصل ہو جائے تو آپ سیاسی اقتدار ہمارے حوالے کر دیں اور مذہبی راہنمائی کے منصب پر خود فائز رہیں'' یہی وہ مقام تھا جہاں اسلام کی جامعیت کو واضح ہونا تھا اور جہاں آنحضرت ﷺ کو اپنی تحریک کا بنیادی مقصد اور حقیقی نصب العین دوٹوک الفاظ اور بے لاگ انداز میں بیان فرمانا تھا، آپ ﷺ کے ذہن میں اگر مذہب کا کوئی محدود تصور ہوتا یا محض روحانی اصلاح پیش نظر ہوتی تو آپ بلاتردد فرما دیتے کہ مجھے اقتدار کے بکھیڑوں

سے کیا واسطہ؟ یہ دنیا اور اہلِ دنیا کا کام ہے، وہ جانیں اور اُن کا کام جانے۔ لیکن یہاں اس سوچ کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔

آنحضرت ﷺ نے غیر مبہم الفاظ میں فرمایا: ''اقتدار کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ جس کے قبضہ میں چاہے، رکھے گا۔'' اسی ایک فقرے سے دین کی جامعیت اور اسلامی انقلاب کا مزاج سمجھ میں آجاتا ہے یعنی ایک تو اقتدار و اختیار اور حاکمیت کا حقیقی سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس پر کسی فرد یا خاندان کا موروثی حق نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ نوع انسانی کی دینی و دنیوی اصلاح و فلاح کا مرکز بھی ایک ہی ہے یہ نہیں کہ مذہبی راہنمائی مصلحین کا کام ہے اور سیاسی اقتدار بادشاہوں کا مقدر ہے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ اپنے عہد نبوت میں مسلمانوں کے لیے محض ایک پیر و مرشد اور واعظ نہیں تھے بلکہ عملاً ان کی جماعت کے قائد، راہنما، حاکم، قاضی، شارع، مُربی اور مُعلم سب کچھ تھے۔ مسلم سوسائٹی کی پوری تشکیل آپ ہی کے بتائے سکھائے اور مقرر کیے ہوئے طریقوں کے مطابق ہوتی تھی اس لیے کبھی یہ نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے نماز روزے یا مناسک حج کی جو تعلیم دی صرف وہی مسلمانوں میں رواج پا گئی ہو اور باقی باتیں محض وعظ و ارشاد سمجھ کر نظر انداز کر دی گئی ہوں بلکہ فی الواقع جو کچھ ہوا وہ یہ تھا کہ جس طرح آپ ﷺ کی سکھائی ہوئی نماز فوراً مسجدوں میں رائج ہو گئی اسی طرح شادی بیاہ اور طلاق و وراثت کے متعلق جو قوانین آپ ﷺ نے مقرر فرمائے انہی پر مسلمان خاندانوں میں عمل شروع ہو گیا، لین دین کے جو ضابطے آپ ﷺ نے مقرر کیے انہی کا بازاروں میں چلن ہو گیا۔ مقدمات کے جو فیصلے آپ ﷺ نے کیے وہی ملک کا قانون قرار پائے، لڑائیوں میں جو معاملات آپ ﷺ نے دشمنوں کے ساتھ اور فتح پا کر مفتوح علاقوں کی آبادی کے ساتھ کیے وہی مسلم مملکت کے ضابطے بن گئے اور فی الجملہ اسلامی معاشرہ اور اس کا نظام حیات اپنے تمام پہلوؤں کے ساتھ انہی سنتوں پر قائم ہوا جو آپ ﷺ نے خود رائج فرمائیں۔

پھر آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین نے یہ نہیں کیا کہ خود جہاد و جہانبانی میں مشغول ہو گئے ہوں اور عامۃ الناس کو آزاد چھوڑ دیا ہو کہ ہر شخص خود دین پر عمل کرتا رہے کہ یہ اس کا خدا کے ساتھ انفرادی معاملہ ہے بلکہ خلفاء راشدین نے دین کی روح کے مطابق انفرادی و اجتماعی، خانگی و معاشرتی اور ذاتی و حکومتی سطح پر آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے نظام کو پوری قوت سے نافذ کیا حتیٰ کہ سیدنا عمر فاروقؓ اس بات کی نگرانی بھی فرماتے تھے کہ صبح کی نماز کس کس شخص نے جماعت سے نہیں پڑھی اور کیوں؟ آج کے مصلحت بین اس ارشاد خداوندی سے صرفِ نظر کر لیں تو ممکن ہے مگر خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پیش نظر ہر وقت یہ ارشاد رہتا تھا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار عطا کریں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور بدی سے روکیں گے۔ (الحج:41)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی مسلمان فرد یا جماعت کو کسی خطہ میں اقتدار عطا فرمائیں تو اس کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے اس اصلاحی نظام کو مملکت کے تمام ذرائع سے عمل میں لائے جو اس نے انسانیت کی فلاح کے لیے پیش کیا ہے۔ گویا محض اس کا قیام، محض قومی سرحدوں کی حفاظت، محض عوام کے معیار زندگی کو بلند کرنا اسلامی ریاست کا آخری اور انتہائی مقصد نہیں اس کی امتیازی خصوصیت جو اسے غیر مُسلم ریاستوں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ان بھلائیوں کو فروغ دینے کی کوشش کرے جن سے اسلام انسانیت کو آراستہ کرنا چاہتا ہے اور اُن برائیوں کو مٹانے اور دبانے میں اپنی ساری طاقت خرچ کر دے جن سے اسلام انسانیت کو پاک کرنا چاہتا ہے۔

مذہب اور ریاست کو الگ الگ خانوں میں بانٹنے والوں کے لیے پوری اُمت کا اجماع معیار ہونا چاہیے۔ پوری اُمت نے دورِ خلافتِ راشدہ کو روشنی کا ایسا مینار قرار دیا ہے جس کی طرف بعد کے تمام ادوار میں فقہاء و محدثین اور عام دیندار مسلمان ہمیشہ دیکھتے رہے اور اسی کو اسلام کے مذہبی، سیاسی، اخلاقی اور اجتماعی نظام کے معاملہ میں معیار سمجھتے رہے اور اسی سے یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ ''خلافت'' ایک اسلامی اصطلاح ہے اور نظامِ خلافت کے قیام اور نظامِ باطل کی جگہ نظامِ حق قائم کرنے کے لیے جدوجہد کرنا ہر کلمہ گو کی ذمہ داری ہے۔ ''مذہبی بیانیہ'' میں اٹھائے گئے دیگر نکات کا مفصل و مدلل جواب حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دے چکے ہیں اس لیے ہم نے اپنی گفتگو کو اسلام اور ریاست کے تعلق کی حد تک محدود رکھا ہے اور یہی اس مضمون کا مرکزی نکتہ ہے۔

سعودیہ وزارت عدل کی دعوت پر اسلامک شریعہ کونسل لندن کے وفد کا ڈاکٹر صہیب حسن کی زیر قیادت دورہ سعودی عرب

پروفیسر حافظ محمد عبدالاعلیٰ درانی (برطانیہ)

قسط نمبر 8 آخری

ایک بات بہت کھٹکی کہ کئی جگہ پر افیون کا نام ہی افیون پاکستانی ہے، میں نے مدیر کو توجہ دلائی کہ ایسی کوئی پراڈکٹ میڈان پاکستان نہیں ہے لہذا یہ نام ہٹایا جائے یہ تو افغانی درآمدات ہیں، انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ یہ درآمد ضرور افغانی ہوں گی لیکن برآمد پاکستانیوں ہی سے ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر خرم بشیر آج تک نہیں سمجھ سکے کہ شریعہ کونسل کے وفد کو اس یونیورسٹی کا دورہ کرانے کا مقصد کیا تھا۔ عرض کیا شریعہ کونسل ایک عدالت کے طور پر سعودیہ کے دورہ پر ہے اس لیے تحقیق جرائم کے سلسلہ میں اس یونیورسٹی کا مطالعہ کرایا گیا۔

اگرچہ اس نوعیت کے جرائم ہمارے دائرہ کار میں نہیں لیکن تحقیق جرائم کے سلسلہ میں ہمارے وفد کا نام بھی ڈال دیا گیا۔ نائف یونیورسٹی سے فراغت کے بعد وسط ریاض میں لے جایا گیا جہاں عدالت کے ایک اور شعبے ''مرکز احوال الشخصیہ'' کا تعارف مقصود تھا مدیر المرکز نے بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا مرکز احوال شخصیہ کی کارکردگی مثلاً میاں بیوی کے مابین صلح کی کوششوں کا ذکر کیا گیا کچھ دستاویزات بھی دکھائی گئیں اور ان کی دستاویزات ہمارے دورے کا آخری پروگرام ثابت ہوا جو ہر لحاظ سے خوشگوار اختتام تھا۔

امام مسجد الراجحی سے ملاقات اور لندن واپسی

آج رات ہمارا پہلا قافلہ واپس لندن جانے والا ہے جس میں مولانا صہیب، ڈاکٹر خرم بشیر، سید ابوالفاروق اور حافظ شفیق الرحمن وغیرہ ہیں، رات کے سوا دو بجے فلائیٹ تھی جو تاخیر کے بعد تین بجے چلی لیکن نماز عشاء کے بعد ہمیں ایک اور عالم و وزیر سے بھی ملنا تھا جن کے بارے میں ہمیں پتہ چلا کہ انھیں کچھ دیر پہلے ہی اچانک کام کی وجہ سے قصیم جانا پڑ گیا لیکن مسجد الراجحی کے امام چشم براہ تھے جن کے پیچھے کل ہم نے نماز عشاء بھی ادا کی تھی انھوں نے بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا ان کا محل نما مکان فائیو سٹار ہوٹل لگا لیکن خرم صاحب کہنے لگے کہ یہ فائیو سٹار نہیں۔ ان کی عمر کوئی پچاس سال ہوگی لیکن لگتے چالیس سال کے ہیں سبب پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ گیارہ سال کی عمر میں نائب امام مقرر ہوئے تھے میں نے کہا: **كانك ولدت اماما** ان کے تیرہ بچے ہیں جن میں کئی حافظ قرآن ہیں تین بیویاں اور محل نما مکان ہے۔ کھانا تناول کرنے کے بعد ائیر پورٹ کی جانب چلے جہاں بہت اچھی ریسپشن دی گئی، سارا سامان چلا گیا لیکن زمزم نہ جا سکا کیونکہ ان کے کنٹینر بہت کمزور تھے طیارہ آدھ گھنٹہ لیٹ تھا۔ آخر کار اڑھائی بجے ہم طیارے پر سوار ہوئے اور ابو عبدالرحمن نے بڑی اپنائیت خلوص و محبت سے ہمیں الوداع کیا۔

شیخ صہیب کے ساتھ تو ابو عبدالرحمن کو بڑی عقیدت ہو گئی تھی، کسی بات یا مطالبے پر اس بندے نے کبھی نہ نہیں کی یہی اسلامی اخلاق کا تقاضا ہے۔ بے شمار لوگ ایسے دیکھے جن کی پہلی بات ہی نہ سے شروع ہوتی ہے، عقیدے میں تو لا نہیں سے شروع ہوگی مگر معاملات میں نعم، ہاں، سے شروع کرنے میں ہی عافیت و اپنائیت ہے، اسلامی اخلاق کا ایک نمونہ یہ ہمارا بھائی ابو عبدالرحمن تھا۔

طیارے میں فضیلۃ الشیخ صہیب بائیں جانب اور خرم صاحب دائیں جانب تھے اور خرم صاحب نے تو خوب خواب خرگوش کے مزے لیے جبکہ میں اور شیخ صاحب اپنی اپنی عادت کے ہاتھوں جاگنے پر مجبور تھے یوں میں نے شیخ صاحب کی رفاقت سے خوب فائدہ اٹھایا کیونکہ میرے لیے ان کی رفاقت بڑی سعادت ہے۔ (بقیہ: ص 6)

تنظیم اہلحدیث

(محمد عابد رحمت)

مسلک اہلحدیث کا تُو سچا ترجمان ہے	تیرا بانی و موجد روپڑی خاندان ہے
نظر آئے جھلک تجھ میں سلف کی	تو ہی تو ہمارے اسلاف کا نشان ہے
کافور ہوں شرک و بدعت کے اندھیرے	توحید کی تُو شان اور آن ہے
معاشرتی مضامین و دارالافتاء سے مرصع	اور موجود تجھ میں تفسیر قرآن ہے
حالات تجھ پر برے بھی آئے لیکن	بنا رہا تو ہمت کی کوہان ہے
مٹا سکا نہ مٹا سکے گا-- تجھے	برسوں سے دشمن تیرا پریشان ہے
بنا ہے چوک دالگراں مسکن تیرا	اور بلند اس جگہ کی شان ہے
بے عملی کے بہتے ہوئے صحراء میں	تو علم کا ٹھنڈا میٹھا سائبان ہے
تیرا والی ہوں میں تیرا وارث ہوں	تیرے لیے اس رب کا اعلان ہے
تجھے معلوم ہے اس کا مقام رحمت	پھر بھی تو کیوں بنا انجان ہے

انسانی دوست سماجی وسیاسی شخصیت اور مسیحا

حبیب الرحمن عثمانی

آج کے دور میں جب ہر طرف نفسانفسی اور مادہ پرستی کا دور ہے، بہت کم لوگ نظر آتے ہیں جو ان تمام برائیوں سے ہٹ کر ہوں۔ جو مخلص و سچے اور کھرے ہوں اور انسانیت سے بغیر کسی لالچ کے محبت رکھتے ہوں۔ لاہور شہر میں ایسی ہی خوبیوں کی مالک ایک شخصیت جس کی جتنی تعریف کی جائے بے جا نہ ہوگی وہ شخصیت شیخ محمد سلیم مرحوم کی ہے۔ جن کی سماجی، سیاسی اور مذہبی خدمات کسی تعریف کی مرہون منت نہیں ہیں بلکہ ان کی خدمات کا ذکر کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔ لاہور کے سماجی وسیاسی حلقے یقیناً ان کی زبردست خدمات کے معترف ہیں۔ آپ ایک نہایت دین دار اور خداخوفی رکھنے والے انسان تھے۔ انسانیت کی خدمت اور محبت ان کا وطیرہ تھا۔ اپنے پورے کیریئر میں آپ نے غریب، یتیم، بیوہ اور مظلوم لوگوں کی بے پناہ خدمات سرانجام دیں اور اپنی گراں قدر خدمات کے صلے میں آپ لکشمی چوک سے کونسلر منتخب ہوئے۔ علاوہ ازیں آپ نے اپنے علاقہ میں ایک فلاحی ڈسپنسری بھی قائم کی جہاں ہر غریب کو عزت اور تکریم کے ساتھ علاج معالجہ کی بالکل فری سہولت حاصل تھی۔ یقیناً آج کے دور میں ایسے مخلص اور خداخوفی رکھنے والے افراد ناپید ہوتے جا رہے ہیں جو لوگوں کے لیے ایک مسیحا ہوں۔

WEEKLY
TANZEEM AHL-E-HADITH CPL-104
LAHORE

سلف صالحین کے طریق کار کا علمبردار

جامعہ اہلحدیث لاہور

تعارف: جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور الحمدللہ اپنے تعلیمی معیار اور قابل اساتذہ کے لحاظ سے انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ جس میں 28 قابل اور محنتی اساتذہ کرام تعلیمی فرائض سرانجام دینے پر مامور ہیں۔

قائم کردہ: حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ، خطیب پاکستان حافظ محمد اسماعیل روپڑیؒ، رئیس المناظرین حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑیؒ (تاسیس اول: 1914ء شہر روپڑ ضلع انبالہ۔ تجدید تاسیس: 1947ء لاہور)

شعبہ جات: جامعہ ہذا نو شعبوں پر مشتمل ہے: (1) تحفیظ القرآن الکریم (2) شعبہ تجوید قراءت (3) درس نظامی (4) وفاق المدارس السلفیہ (5) دارالافتاء (6) تصنیف وتالیف (7) فن مناظرہ (8) دعوت والارشاد (9) کمپیوٹر لیب (10) طب اور اس کے ساتھ ساتھ ایف اے تک عصری تعلیم کا معقول بندوبست۔

سعودی جامعات میں داخلے کے مواقع: جامعہ اہلحدیث کے طلباء کے لیے سعودی جامعات میں حصول تعلیم کے مواقع

وظائف: ہر ماہ طلباء کے لیے معقول وظائف

سالانہ اخراجات: جامعہ کا سالانہ خرچہ جس میں طلبہ کے قیام وطعام، ادویات، صابون، اساتذہ کرام وملازمین کی تنخواہوں سمیت ایک کروڑ چودہ لاکھ سے تجاوز کر چکا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ احباب کے تعاون سے پورا ہوتا ہے۔

تعمیری منصوبہ: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ احباب کے تعاون سے بیسمنٹ گراؤنڈ فلور اور فرسٹ فلور پر تدریسی ورہائشی بلاک، کچن اور ڈائننگ ہال مکمل ہو چکے ہیں جبکہ مزید دو فلور کی اشد ضرورت ہے۔ جس کا تخمینہ تقریباً 80 لاکھ روپے ہے۔

اپیل: یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور احباب کے تعاون سے جاری ہیں اس لیے مخیر حضرات بڑھ چڑھ کر تعاون کا سلسلہ جاری رکھیں۔

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 7-0286-0107066 یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ برانڈرتھ روڈ لاہور، پاکستان

منجانب: حافظ عبدالغفار روپڑی ناظم اعلیٰ جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور 0300-9476230/042-37656730